فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

ترجمہ۔ پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو میری ناشکری نہ کرو

آفادات

مجلسِ ذکر حصہ ششم

از

حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ

امیر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

المشیخ سلسلہ قادریہ راشدیہ دروازہ شیرانوالہ لاہور

بار اول

(پنجاب پریس لاہور)

فہرست مضامین

ضروری عرضداشت

اللہ تعالیٰ نے جن اپنے بندوں کی خدمت بسلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میرے ذمہ لگائی ہوئی ہے وہ جمعہ کی رات کو میرے پاس تشریف لاتے ہیں انہیں بعد از نماز مغرب سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کے طریقہ پر ذکر جہر کراتا ہوں اس کے بعد ان کی روحانی اصلاح کے پیش نظر کتاب وسنت کی روشنی میں کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ یہ مجلس ذکر کہلاتی ہے مجلس ذکر میں جو کچھ اللہ تعالےٰ نے کہلوایا ہے وہ افادہ عام کے لئے کتابی صورت میں مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اللہ تعالےٰ اسے قبول فرمائے۔ اور اس چیز کو مسلمانوں کی ہدایت اور میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۵۷ء

حسد اور ریاء کا علاج

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں۔ اور جن امراض روحانی کیوجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ ان سے شفایاب ہو کر ہم دنیا سے جائیں۔ ان امراض کا عام طور پر انسانوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ جب تک ہادی نہ بتلانے جو احباب یہاں آتے ہیں۔ ان کو ان سے مطلع کرنا اور ان کا علاج بتلانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں گزشتہ جمعرات میں نے عجب اور کبر کے متعلق عرض کیا تھا۔ آج حسد اور ریاء کے متعلق عرض کروں گا۔ یہ دونوں مہلک روحانی بیماریاں ہیں۔

سو فیصدی انسان اس میں مبتلا ہیں۔ بلکہ ہزار میں سے ہزار اور شائد ایک لاکھ میں سے ایک لاکھ ان امراض روحانی کا شکار ہیں۔ لیکن ان کا احساس نہیں ہے۔ پتہ تب چلے گا۔ جب قبر میں جائیں گے۔ لیکن ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا دور دوراں دکھاتا نہیں

اس وقت کچھ نہیں بن سکے گا۔ اللہ کے بہت کم ایسے بندے ہیں۔ جو ان بیماریوں سے شفایافتہ ہیں۔

اس جہان میں اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو جائے۔ تو پھر ان امراض کا پتہ لگ جاتا ہے، اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اہل علم۔ ان۔ سے عبور تو کر جاتے ہیں۔ مگر ان سے بچنے کی عموماً توفیق نہیں ہوتی میں اس کٹھیالی سے ڈھل کر نکلا ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ مدارس عربیہ میں جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے۔ مگر اس کو

پڑھنے سے اصلاح حال نہیں ہوتی۔ میرا ایک ایک رونگٹا اپنے دونوں مربیوں کا شکر گزار ہے۔ جن کی صحبت میں امراض روحانی کی اللہ تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی۔ سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں۔ جس نے ان کی صحبت میں پہنچایا۔ ان حضرات کے جوتوں کی خاک کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالا۔ تو امراض روحانی کی سمجھ آئی۔ حسد کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس لئے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے (یعنی نیکیوں کو فناہ کر دیتا ہے) جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے)

رات کو طویل عریض اور عمیق لکڑی کو آگ میں ڈال دیجئے۔ صبح کو جل کر سب راکھ ہوگی۔ نہ

طول رہے گا نہ عرض اور نہ عمق۔ حسد اس طرح نیکیوں کو جلا دیتا ہے۔ لیکن بڑے بڑے سیٹھ بڑے بڑے نواب۔ بڑے بڑے عہدے دار بڑے بڑے چوہدری۔ سب کو ان باتوں کا پتہ ہی نہیں۔ اللہ والوں کی صحبت میں ان باتوں کا رنگ چڑھتا ہے۔ حاجی اللہ ورایا مرحوم حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم تھا۔ بالکل جاہل مطلق تھا۔ اس کا کام یہ تھا۔ کہ مہمانوں کو لنگر سے روٹی لاکر دینا اور خالی برتن لنگر میں پہنچانا۔ لیکن حضرتؒ کی صحبت میں اس کی ہستی فنا ہو چکی تھی۔

حسد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور یہ کہے کہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ مثلاً کسی کو اللہ نے بیٹا عطا فرمایا۔ حاسد یہ چاہتا ہے۔ کہ اس کا مر جائے اور اِس کو مل جائے۔ یہ حسد کا مرض ہے۔ حاسد در اصل خدا سے ٹکراتا ہے

وہ خدا پر اعتراض کرتا ہے۔ کہ یہ نعمت فلاں شخص کو کیوں دی مجھے کیوں نہیں دی۔ حسد حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل ٹھیک ہے۔

اب اس کا علاج عرض کرتا ہوں۔ نفس کو یہ سمجھایا کیجئے کہ اگر وہ چیز مجھ کو مل جاتی تو ممکن ہے وہ میرے لئے گمراہی کا موجب بنتی قرآن مجید میں موسیٰؑ اور خضرؑ کے قصہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ خضرؑ جب ایک بچہ کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ تو موسیٰؑ اعتراض کرتے ہیں۔

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ (سورۃ الکہف رکوع ۹ پ ۱۵)

ترجمہ۔ کیا تو نے ایک بیگناہ کو ناحق مار ڈالا۔

خضرؑ اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں۔

فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا (سورۃ الکہف رکوع ۱۰ پ ۱۶)

ترجمہ۔ پس اس کے ماں باپ ایماندار تھے۔ سو ہم ڈرے۔ کہ انہیں بھی سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کرے

اگر ہم امیر ہوتے تو ہم بھی گلبرگ میں کوٹھی بنا کر رہتے اور مسجد میں نہ آتے مجھے تو اپنے نفس پر اعتماد نہیں ہے۔ اگر میں امیر کے گھر پیدا ہوتا۔ تو میں بھی داڑھی روز منڈواتا

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ الآیۃ (سورۃ یوسف رکوع ، پ۱۳)

ترجمہ۔ اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔ بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس نے غریب کے گھر پیدا کیا۔ علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ والوں کی صحبت میں پہنچا کر عمل کی توفیق عطا فرمائی۔ میں ایک ہی دفعہ گلبرگ گیا ہوں۔ ایک دوست لے گئے تھے۔ وہ نیک آدمی ہیں۔ انہوں نے مجھے بتلایا۔ کہ وہ تقریباً ۲۰ ہزار روپیہ سالانہ ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ اور ایک پائی رشوت کبھی نہیں لی۔ وہاں ایک بوڑھے آدمی نے بتلایا کہ رات کو دس بجے کے بعد آکر دیکھئے۔ یہاں جو کچھ ہوتا ہے۔ کوٹھیوں کی اینٹوں

سے بُو آتی ہے۔ لیکن ان دل کے اندھوں کو احساس ہی نہیں۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (سورہ الحج رکوع ۶ پ۱۷)	ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے۔ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں)

آپ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی میں کہتا ہوں۔ اندھے سارے بینا کوئی۔ دس ہزار میں ایک بھی بینا نہیں ہے۔ پچاس ہزار میں ایک بھی بینا نہیں ہے۔ اب میں ریاء کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ مَحْمُوْدٍ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ	ترجمہ۔ محمودؓ بن لبید کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس چیز سے میں تمہارے لئے ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے (چھوٹا شرک) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ

قَالَ الرِّیَاءُ ۔۔۔۔ (رواہ احمد) شرک اصغر کیا ہے ۔ فرمایا ریاء

جو کام نیکی کا اللہ کے لئے کرنا چاہیئے تھا۔
وہ غیر اللہ کے دکھلاوے کے لئے کیا جائے تو
یہ ریاء ہے ۔ سندھی میں ایک ضرب المثل مشہور
ہے ۔کہ اندھی پیستی گئی ۔ اور کُتیا چاٹتی گئی ۔ اسی
طرح اگر احساس نہ ہو تو شیطان نماز، روزہ، نماز تہجد،
درود شریف غرضیکہ ہر نیکی کے کام میں ریاء لاتا ہے
تا کہ یہ سب کام اکارت جائیں ۔ مثلاً ایک شخص
تہجد کے لئے مسجد میں آیا ۔ مسجد کا دروازہ بند
تھا ۔ جب امام صاحب نے دروازہ کھولا ۔ تو
شیطان دل میں خیال لائے گا ۔ کہ امام صاحب کہینگے
کہ بہت ہی نیک آدمی ہے ۔ہزار میں سے ہزار ہی
مرائی (دکھلانیوالے) ہوتے ہیں ۔ شیطان لعین نیکی کو نہیں بچنے
دے گا ۔ جب تک کہ آپ وسواسی آدمی کی طرح
ہر وقت چوکنا نہ رہیں گے ۔

ریاء کا علاج یہ ہے ۔ کہ ہر وقت خدا کو حاضر
ناظر سمجھا جائے ۔ میں بیعت کے وقت پہلا سبق

یہ دیا کرتا ہوں کہ دماغ میں اور خیال میں اور دل میں فقط اللہ تعالےٰ کا تصور ہو نہ زمین رہے نہ آسمان رہے ۔ نہ انسان رہے اور نہ شیطان اور دل پر اَللّٰہُ کی ضرب لگائی جائے ۔ جو اس طرح اپنی تربیت کرائے گا وہ شیطان کے حملہ سے بچ جائے گا ۔ اس قسم کے تربیت یافتہ حضرات کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (سورہ الاعراف رکوع ۲۴ پارہ ۹)

ترجمہ ۔ بے شک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں ۔ جب انہیں کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے ۔ تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں)

مثلاً آپ تقریر کر رہے تھے ۔ اور ایک شخص آیا ۔ شیطان دل میں خیال لائے گا ۔ کہ یہ شخص کہے گا ۔ کہ آج تو تقریر بڑی معنی خیز موزوں اور دلچسپ ہے ۔ یہ شیطان کا حملہ ہے ۔ مجھ پر بھی شیطان حملہ کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور

اپنے دونوں مربیوں کی دعا سے میں اس کے حملہ سے بچتا ہوں۔ اگر تربیت یافتہ ہے۔ تو مقرر کو دونوں طرف کا خیال کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرف تقریر کو بھی جاری رکھنا ہے۔ اور دوسری طرف شیطان کے منہ میں بھی راکھ ڈالنی ہے۔ اگر تربیت یافتہ نہیں۔ تو شیطان کے حملہ کو نہ سمجھ سکے گا۔ اگر سمجھا نہیں تو بچاؤ کیا کریگا۔ زہر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے تریاق کا استعمال سیکھنا پڑتا ہے۔ جو کچھ میں عرض کیا کرتا ہوں۔ یہ ایک سبق ہوتا ہے۔ اس کو پکایا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حسد اور ریاء سے اپنے آپ کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین

۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۵۷ء

خطرناک روحانی بیماریوں کی جانچ پڑتال

عُجب۔ اس کا فارسی ترجمہ ہے ۔ خود پسندی عُجب یہ ہے ۔ کہ کام تو اللہ کے فضل سے سرانجام پائے اور انسان اس کو اپنی محنت وسعی کا نتیجہ سمجھے عُجب میں شرک کی بُو آتی ہے ۔ قارون مرض عُجب کا مریض تھا ۔ اللہ والے اس کو سمجھاتے ہیں وہ ہر فقرہ میں اللہ کا ذکر فرماتے ہیں ۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ	ترجمہ ۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا ۔ اترا مت ۔ بیشک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ اور جو کچھ اللہ نے دیا ہے ۔ اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول ۔ اور

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ٥ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ (الآیہ سورۃ القصص رکوع ۸ پ ۲۰)	بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے

اللہ تعالیٰ کو اس بے ایمان پر اتنا غصہ آیا۔ کہ اس کو اور اس کی ساری دولت کو زمین میں دھنسا دیا۔

فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ	ترجمہ۔ پھر ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

عُجب کا علاج یہ ہے۔ کہ انسان سوچے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے۔ اس میں میرا کہاں تک دخل ہے آنکھوں میں بینائی، زبان میں قوت گویائی۔ دماغ میں عقل ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت اور پاؤں میں چلنے کی طاقت کس نے دی ہے؟ کیا ہم نے یہ

سب چیزیں خرید کرلی ہیں؛ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہے۔ ہمارا ہے ہی کیا ہم تو لاشئے ہیں۔ حضرت مولانا حسین علی مرحوم واں بھچراں والے اعلیٰ درجہ کے موَاحد۔ عالم بے بدل اور ولی اللہ تھے۔ ہل خود چلاتے۔ فصل کی کٹائی خود کرتے۔ اور جب کسی کو خط تحریر فرماتے۔ تو اپنے آپ کو لاشئ لکھتے۔ عربی دان ہی لاشئے کا کا زور سمجھ سکتے ہیں۔ انگریزی دان نہیں سمجھ سکتے۔ وہ جب زندہ تھے تو مجھے کوئی پوچھتا کہ کوئی اللہ کا بندہ تبلائیے جس سے خدا یاد کرنا سیکھیں۔ تو میں ان کا پتہ دیا کرتا تھا۔ ان کے بعد اب پنجاب میں ان کے پایہ کا کوئی نہیں ہے۔

کبر۔ کبر یہ ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو اعلیٰ اور دوسروں کو ذلیل سمجھے اس کا علاج میں نے یہ عرض کیا تھا۔ کہ ہر شخص اپنے گناہوں کا ایک سائن بورڈ بنالے۔ اور نفس کو یہ کہے۔

کہ اگر تیرے یہ گناہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔ تو کوئی تیرے منہ پر بھی نہ تھوکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ وہ ستاری سے کام لے رہا ہے۔ اگرچہ وہ گناہ توبہ سے معاف ہوگئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یاد رہنے چاہئیں۔ کہ ہوئے کیوں؟ جس طرح ایک نوجوان نے غصہ میں باپ کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آئی۔ تو باپ کے پاؤں پر گر کر گڑ گڑا کر معافی مانگی۔ اور باپ نے معاف بھی کر دیا۔ لیکن اگر مسخ نہیں ہوگیا تو جب یہ واقعہ یاد آئے گا۔ تو سر شرم کے مارے جھک جائے گا۔

حسد۔ حسد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے۔ اور یہ کہے کہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ بعض عورتیں جادو کرواتی ہیں۔ کہ دوسری عورت کا بیٹا مرجائے اور اس کے ہاں ہوجائے۔ جادو برحق ہے۔ لیکن

اس کا سیکھنا سکھانا گناہ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ دل کو یوں سمجھایا جائے۔ کہ اگر فلاں چیز سمجھ کو مل جاتی۔ تو ممکن ہے۔ میرا ایمان سلامت نہ رہتا۔

ریاء۔ اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں سے نیکی پر واہ واہ کرانا یہ ریاء ہے۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ ہر وقت خدا کو حاضر ناظر سمجھا جائے۔ زبان پر اَللّٰہُ کا ذکر ہو۔ خیال میں فقط اللہ تعالیٰ کا تصور ہو۔ نہ زمین رہے۔ نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے۔ اور نہ شیطان رہے۔ دل پر اَللّٰہُ کی ضربیں لگائی جائیں۔ یہ سبق اگر پک جائے۔ تو ریا نہیں رہتی

آج میں ایک چیز عرض کرنا چاہتا ہوں۔ روزانہ یا دوسرے تیسرے روز اپنا امتحان لیا کیجئے کہ عجب۔ کبر۔ حسد اور ریا ہے یا نہیں اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ مراقبہ کرنے سے کام نہ چلے گا۔ میں نے پہلے ایک مجلس میں

عرض کیا تھا۔ کہ روحانی صحت بنتی اور بگڑتی رہتی ہے ۔ اس لئے بار بار مراقبہ کی ضرورت ہے۔ اگر ان امراض روحانی میں مبتلا ہے ۔ تو توبہ کرے ۔ اگر اللہ تعالےٰ نے شفا عطا فرمادی ہے۔ تو اس کا شکر ادا کرے ۔ توبہ کے بعد بھی ڈر ہے ۔ کہ شیطان پھر کسی روحانی بیماری میں مبتلا نہ کردے ۔ اس لئے ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے ۔ جیسے بعض لوگ ہر وقت تھرمامیٹر ساتھ رکھتے ہیں ۔ کہ کہیں بخار تو نہیں ہوگیا ۔ ادھر بھی ہر وقت تھرمامیٹر ساتھ رکھنے کی ضرورت ہے ۔کہ کہیں روحانی صحت بگڑ تو نہیں گئی ۔ یہی احتساب ہے ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہر وقت صحت روحانی کی جانچ پڑتال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اور اگر کسی وقت بگڑ جائے ۔تو فوراً توبہ کے ذریعے اس کو بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین الٰہ العالمین

۱۳ ر رجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴ ر فروری ۱۹۵۷ء

شحِ نفس (خود غرضی) کا علاج

میں پہلے بھی عرض کیا کرتا ہوں۔ چونکہ ہر حلقہ میں بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے آج پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ اجتماع اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کی رضاء ہمارا مقصود مطلوب اور محبوب ہو جائے۔ تاکہ ہم دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے امراض روحانی سے شفایاب ہو جائیں اگر امراض روحانی سے اس جہان میں شفا نہ ہوئی تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔

اس قسم کی مجالس کے سوا امراض روحانی کی اطلاع کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ گاہے بگاہے ضمناً کوئی کچھ کہہ دے۔ جیسے امراض جسمانی کے متعلق ڈاکٹر اور اطباء ہی وثوق سے کچھ بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن بعض بیماریوں کے نسخے دوسروں

کو بھی یاد ہوتے ہیں۔ جتنی جسمانی بیماریاں ہیں ڈاکٹروں اور اطباء کو ان کا علم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے اساتذہ کے ہاں مدت تک ان کی تعلیم حاصل کی ہے۔ یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے۔ ہماری اکثریت جاہلوں کی ہے۔ ان کے علاوہ اسکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ بھی ان امراض سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ان سے اوپر ہمارے علمائے کرام ہیں۔ یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ اگر میں یہ کہوں کہ علمائے کرام میں بھی اکثر ایسے ہوتے ہیں۔ جنہیں ان امراض روحانی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ امراض روحانی کے ماہر اولیائے کرام ہوتے ہیں۔

تصوف شریعت کا جزو ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ، کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ

ترجمہ۔ وہی ہے۔ جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو

يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ الآیہ
(سورہ الجمعۃ رکوع ۱ پارہ ۲۸)

ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے

طہارت۔ظاہری پاکیزگی اور تزکیہ باطن کی پاکیزگی کا نام ہے

علمائے کرام تعلیم کتاب اور صوفیائے عظام تزکیۂ نفس کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ دونوں خادم دین ہیں۔ میں تو شروع سے چلتا ہوں۔ قرآن مجید کے کاتب۔ ائمہ یا حفاظ مکاتب۔ علماء اور ان سب کے اوپر صوفیائے عظام کا درجہ ہے۔ ہم سب کے ممنون احسان ہیں۔ کہ ان کی برکت سے قرآن مجید کے نقوش معانی و مطالب۔ اس کا قال اس کا حال ہم تک پہنچے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

یہ یاد رکھئے۔ کہ رنگ فروش اور ہوتے ہیں۔ اور رنگ ساز اور۔ علمائے کرام رنگ فروش ہیں۔ اور صوفیائے عظام رنگ ساز ہیں۔ اور رنگ ہے قرآن

صِبْغَةَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَةً الآیہ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۶ پ ۱)

ترجمہ۔ (اللہ کا رنگ۔ اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)

جس پر قرآن کا رنگ چڑھ جائے وہ سوہنا ہو جاتا ہے۔ سوہنا کے معنی سیرت کا سوہنا جیسے کسی نے کہا ہے ؎

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

آج کل رنگ یہاں بنتا ہے۔ لیکن ہمارے پاکستانی ہر معاملہ میں بد دیانتی کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں کا بنا ہوا رنگ اچھا نہیں ہوتا پہلے ولایت سے رنگ آیا کرتا تھا۔ والی کا ملک ولایت کہلاتا ہے۔ چونکہ ہز میجسٹی لندن میں رہتے ہیں۔ اس لئے ان کی قیامگاہ ولایت کہلاتی ہے۔ ہمارا والی اللہ تعالیٰ ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ	ترجمہ۔ یہ اس لئے کہ اللہ ان کا حامی ہے۔ جو ایمان لائے۔

(سورہ محمد رکوع ۱ پارہ ۲۶)

اللہ تعالیٰ عرش معلّٰے پر ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ الآیہ (سورہ الرعد رکوع ۱ پارہ ۱۳)	ترجمہ۔ اللہ وہ ہے۔ جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بلند کیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو۔ اور پھر عرش پر قائم ہوا۔

قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (سورۃ البروج ۳۰)	ترجمہ۔ بلکہ قرآن ہے بڑی شان والا لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے

قرآن مجید اسی ولایت سے آیا ہوا رنگ ہے مدارس عربیہ میں علمائے کرام اس سے عبور کر آتے ہیں۔ اس کا ان پر رنگ نہیں چڑھتا جلالین شریف کا ایک گھنٹہ میں ایک پارہ پڑھایا جا سکتا ہے۔ میں خود پڑھایا کرتا ہوں۔ جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں غور و تدبر

نہیں کرایا جاتا ۔ صبح کے درس میں قرآن مجید پڑھایا کرتا ہوں ۔ درس میں پہلی دفعہ قرآن اٹھارہ سال میں ختم ہوا تھا ۔ کتب حدیث شریف کے بھی روزانہ ۴۰ ۔ ۵۰ بلکہ ۶۰ ورقے پڑھائے جا سکتے ہیں اس طرح علمائے کرام کتاب و سنت سے عبور کر جاتے ہیں ۔ جیسے مسافر رات کو خیبر میل میں راوی ۔ چناب ۔ جہلم اور اٹک سب دریا عبور کر جاتا ہے ۔ اور اس کو کچھ پتہ نہیں ہوتا ۔ کہ کب اور کس وقت یہ دریا گزر گئے ۔

امراض روحانی کا تذکرہ کتاب و سنت میں آتا ہے ۔ لیکن جیسے میں عرض کر گیا ہوں ۔ ان کا احساس علمائے کرام کو بھی نہیں ہوتا ۔ امراض روحانی بے انتہا ہیں ۔ اور ان میں سے ہر ایک مہلک ہے ۔ اگر ان کو ساتھ لے کر قبر میں داخل ہوئے تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی ۔ علمائے کرام ۱۳ منطق کی کتابیں پڑھ کر آتے ہیں ۔ کیا کوئی عالم ایسا ہے ۔ جو ایک جاہل کو اپنے سے اچھا

سمجھے؟ یہی غمط الناس ہے۔ پچھلے دلوں جب ہیں واہ چھاؤنی گیا تھا۔ تو وہاں ہیں نے نوجوان علماء کے سامنے یہی بات کہی تھی۔ حضرت مولانا حافظ سلطان محمود صاحب بھی پاس ہی تشریف فرما تھے۔ وہ فرمانے لگے۔آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان امراض روحانی سے شفایاب ہوکر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

اس سے قبل ہیں چار امراض روحانی عُجب۔ کبر حسد اور ریا کے متعلق عرض کرچکا ہوں ۔ آج پانچویں بیماری شح نفس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا ترجمہ ہے۔ خود غرضی۔ قرآن مجید میں اس سے پاک ہونے پر اللہ تعالےٰ نے فلاح کو موقوف رکھا ہے۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ سورۃ الحشر رکوع پارہ ۲۸	ترجمہ۔ اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے۔ پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا حکم ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا اتباع ہو۔ ہر موقعہ پر خود غرضی آڑے آتی ہے۔ اگر ہم نے نمازِ عشاء اس لئے نہیں پڑھی کہ نیند آرہی تھی۔ تو ہم نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے مقابلہ میں نیند کو ترجیح دی یہی خود غرضی ہے۔ اگر وکیل صاحب یا زمیندار نے روزہ اس لئے نہیں رکھا۔ کہ گرمی کے موسم میں وکیل صاحب کو عدالت اور زمیندار کو کھیت میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اور روزہ رکھ کر کام نہیں ہوسکے گا۔ تو یہ بھی خود غرضی ہے زکوٰۃ کے ادا کرنے میں بھی خود غرضی آڑے آتی ہے بہنوں کو حصہ دینے میں بھی خود غرضی آڑے آتی ہے۔

فلاح کے معنی ہیں عذاب قبر۔ عذاب دوزخ اور اللہ تعالےٰ کے غضب اور ناراضگی سے بچنا

پنجاب میں "پر" سے کفر شروع ہوتا ہے۔ عام طور پر مرد اور عورتیں کہتی ہیں۔ کہ مولوی صاحب

کہندے نو ٹھیک ہیں۔ "پر" اسیں دنیا دار ہوئے۔ رکتوں لینیاں ہوئیاں کتے دینیاں ہوئیاں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو کتاب وسنت کے اتباع اور خلق خدا کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اب اس کا علاج عرض کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا ہے۔

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ کہدو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

اصل میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین ہے۔ آپ کو چونکہ ہمارے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

الآیہ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱)

اس لئے ہر مسلمان کا بھی یہی نصب العین ہونا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ ہی نے ہم کو سب کچھ دیا ہے اس لئے سب کچھ اسی کے حوالہ کر دیا جائے اور اپنی کوئی غرض درمیان میں آڑے نہ آئے ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لڑکا یا لڑکی بیاہی جائے یا نہ ہم نے خدا کی مخالفت نہیں کرنی۔ آپ کہتے ہیں کہ دانہ دانہ پر مُہر ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بندے بندے پر مُہر ہے۔ جو لڑکی ہماری قسمت میں ہے۔ وہ کسی دوسرے کے ہاں نہیں جاسکتی۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ (جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سب کام سنوار دیتا ہے۔

ان باتوں کا حال بنانے کے لئے اللہ والوں کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الآية

(سورة الكهف ركوع ۴ پارہ ۱۵)

ترجمہ۔ اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا۔ کہ دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے۔

باتوں سے رنگ نہیں چڑھتا۔ صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو شح نفس سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

۲۰ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۵۷ء

نجات تزکیہ پر موقوف ہے

(قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی) ترجمہ۔ تحقیق نجات پائی اُس شخص نے جو پاک ہوگیا۔

(سورۃ الاعلیٰ - پارہ ۳۰)

یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ اللہ جل شانہٗ نے ہر چیز کے حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی سبب اور ذریعہ ضرور تجویز فرمایا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کے عذاب سے بچنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ ذرائع اور اسباب تجویز فرمائے ہیں۔

اُن ذرائع کا ترجمان قرآن مجید ہے

قرآن مجید کی تعلیم کا ماحصل یہ ہے۔ کہ انسان کا تعلق اپنے خالق سے بھی ٹھیک رہے۔ اور اس کی مخلوقات سے بھی ٹھیک ہو۔ جب دونوں طرف

انسان کے تعلقات درست ہو جائیں۔ تب انسان کو اللہ جل شانہٗ کی رضا کا تمغہ ملتا ہے۔ اور اُس کا ٹھکانہ آخرت میں بہشت تجویز کر دیا جاتا ہے

تعلق بالخالق اور بالمخلوق درست کرنیکا ذریعہ

فقط قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید میں تعلق بالخالق اور تعلق بالمخلوق درست کرنے کے لئے ایک جامع قانون موجود ہے۔ اس قانون الٰہی پر صیح معنی میں فقط وہی شخص عمل کر سکتا ہے۔ جس کا تزکیہ نفس ہو جائے۔ تزکیہ نفس کے سوا انسان کا تعلق نہ خالق سے صیح رہ سکتا ہے۔ اور نہ مخلوق سے۔ اس لئے اللہ جل شانہٗ نے انسان کی فلاح یعنی نجات دارین کو تزکیہ نفس پر موقوف کر دیا ہے۔ (قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی) والا ارشاد اس چیز کی اطلاع دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق درست رکھنے کیلئے تزکیہ کے عنوانات

تزکیہ کے سلسلہ میں چند چیزیں ایسی ہیں۔ کہ جب

تک انسان کا اُن چیزوں سے تزکیہ نہ ہو۔ یعنی اُن آلائشوں سے انسان کا دل جب تک پاک نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کا تعلق اُس سے درست ہو نہیں سکتا اور وہ چھ چیزیں ہیں۔

(۱) شرک (۲) کفر (۳) نفاق اعتقادی (۴) ریا (۵) سمعہ (۶) عُجب

اور انسانوں کے ساتھ تعلقات درست رکھنے کے لئے دو چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ ایک ان میں سے کبر ہے اور دوسرا حسد ہے۔ ان تمام امراض روحانی مذکور بالا کا ذکر وقتاً فوقتاً مجلس ذکر میں آتا رہا ہے اس لئے ان امراض کے متعلق تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

ناقابل عفو

امراض مذکورہ بالا جن سے پاک ہونے پر ہی عذاب الٰہی سے انسان بچ سکتا ہے۔ اُن میں سے بعض ایسی روحانی بیماریاں بھی ہیں۔ کہ اگر

انسان ان سے دنیا میں شفایاب ہو کر قبر میں داخل نہ ہوا - تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیگا اور کبھی اُسے دوزخ سے رہائی نصیب نہ ہوگی -

ان میں سے پانچ یہ ہیں -

(۱) شرک (۲) کفر (۳) نفاق اعتقادی (۴) ریا - (۵) سمعہ - ان میں سے تین تو بالکل واضح ہیں جن کے متعلق بالتفصیل قرآن مجید میں ذکر آچکا ہے اور ریاء کے متعلق سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے -

اِنَّ اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ اَلشِّرْكُ الْاَصْغَرُ - قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اَلشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ اَلرِّيَاءُ (الحدیث)	ترجمہ - بے شک سب سے بڑا خطرہ مجھے تمہارے متعلق چھوٹے شرک کا ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ شرک اصغر سے آپ کی کیا مراد ہے - آپ نے فرمایا ریاء -

اور سمعہ بھی در اصل ریاء ہی کا جوڑیدار ہے سمعہ کے معنی ہیں - اپنی نیکی کا کام دوسروں کو

سنانے کے لئے کیا جائے - تو یہ دونوں چیزیں بھی در اصل شرک ہی کے کھاتے میں آجاتی ہیں

اللھم اعزنا منه

دعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو ان روحانی امراض مہلکہ سے شفایاب ہوکر دنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین

۲۷ر رجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ر فروری ۱۹۵۷ء

اللہ والوں کی ایک خاص صفت

انسان جس صفت سے متصف ہو - اسی کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے - جے وی کی سند حاصل کرنے والے کو ماسٹر ہی کہا جائیگا طبیہ کالج سے فارغ ہونے والوں کو طبیب ہی کہا جائے گا - اسی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوبین کی بھی

چند صفات ہیں۔ ان میں سے ایک صفت کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آج میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ؕ	ترجمہ۔ اور جو دیتے ہیں۔ جو کچھ دیتے ہیں۔ اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔
(سورۃ المومنون رکوع ۴ پارہ ۱۸)	

بعض اشخاص کو بکرے کی کلیجی۔ بعض کو دماغ اور بعض کو چربی والا گوشت پسند ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو انسان کے وجود میں سے دل پسند ہے اس زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی وہ دل ہی کو دیکھتے ہیں۔ دل کے بعد وہ اعمال کو دیکھتے ہیں۔ اور عمل کی قیمت دل کی بنا پر دیتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے دل ڈرتے ہیں۔ کہ خدا جانے اجر بھی ملتا

ہے۔ یا نہیں - ان کو فکر ہوتی ہے۔ کہ کہیں یہ دینا عذاب نہ بن جائے۔ اور الٹی ادھر سے ڈانٹ ہی نہ پڑ جائے۔ کہ تم نے نام و نمود کے لئے خرچ کیا تھا۔ واہ واہ کرالی۔ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ مثلاً ہر جمعرات کو دیگیں پکائی جاتی تھیں اور دل میں یہ خیال تھا۔ کہ لوگ کہیں گے۔ کہ بیٹوں نے اپنے باپ کو خوب سنبھالا۔

اصلاح باطن سے مراد دل کی اصلاح ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اگر ایک شخص بڑا سوہنا ہے۔ یا بہت دولتمند ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی ان چیزوں کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر اس نے دل اللہ تعالےٰ کو دے

دیا۔ یعنی دل میں ڈر ہے۔ تو فقط اللہ تعالےٰ کا محبت ہے تو اس سے۔ رضا مطلوب ہے تو اس کی اللہ تعالےٰ کے ہاں ایسا شخص محبوب ہے۔ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

اللہ تعالےٰ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان اس طرح دنیا میں رہے۔ بظاہر سب کے ساتھ تعلق ہو۔ لیکن حقیقت میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہ ہو۔

میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فقط دل کی قیمت ہے۔ دل کے بعد وہ عمل کو دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ — ترجمہ۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

نیت دل میں ہوتی ہے۔ اگر دل میں اخلاص ہے تو ہم کھوٹا دھیلہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرینگے

تو وہ بھی اس کو محبوب ہو گا - اگر اخلاص کی جگہ ریاء ہے - تو لاکھوں بھی ان کے ہاں مردود ہیں -

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک سائلہ آئی اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں - گھر میں ایک کھجور کے دانہ کے سوا کچھ نہ تھا - حضرت عائشہؓ نے ایک کھجور اس عورت کو دے دی - اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے - ایک ایک بچی کو دے دیا - دوسرا دوسری کو - یہ ایک کھجور اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب ہے -

اصلاح باطن اللہ والوں کے ہاں ہوتی ہے - کوٹھیوں اور کالجوں میں دین نہیں ملتا - دین یہاں ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پر ملتا ہے - تربیت یافتہ نہ ہو - تو شیطان ہر کام میں ریا کا زہر ملا کر اس کو جلا دے گا - میں دیکھتا ہوں کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے اتوار والے اجلاس میں بعض لوگ چندہ دیتے ہیں - تا کہ بھرے اجلاس میں اعلان ہو - اور

خوب تالیاں بجیں۔ دو سو روپیہ میاں صاحب کی طرف سے۔ اعلان ہوا۔ اور تالیاں بجیں۔ دو سو روپیہ بیگم صاحبہ کی طرف سے پھر اعلان ہوا۔ اور تالیاں بجیں۔ سو روپیہ بہو کی طرف سے۔ سو روپیہ بڑے صاحبزادہ کی طرف سے۔ ہر بار اعلان ہوتا رہا۔ اور تالیاں بجتی رہیں۔ میاں صاحب خوش ہو رہے ہیں۔ کہ لوگ کہیں گے۔ ع

این ہمہ خانہ آفتاب است

تا کہ انتخاب میں ووٹ میاں صاحب ہی کو ملیں۔

اصلاح قلب نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اللہ والے دل کے طبیب ہوتے ہیں۔ یہ علم غیب نہیں ہے۔ طبیب حاذق قابل ہو۔ تو شکل دیکھ کر مرض تبلا دیتا ہے کیا یہ علم غیب ہے؟ نہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ موتی ملنے ارزاں۔ مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں ہوتے ہیں۔ موتی تو غیر مسلموں کے ہاں

بھی ہوتے ہیں۔ مگر اللہ والے مسلمانوں میں بھی کم یاب ہیں۔

ہمارے قادری خاندان میں تمام اوراد کا کورس اگر زبانی بیان کیا جائے۔ تو پانچ منٹ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ مگر باطنی طور پر اس کو حال کے درجہ پر لانے کے لئے۔ کسی کا ایک سال۔ کسی کے دو۔ کسی کے پانچ۔ کسی کے دس کسی کے بیس سال صرف ہوتے ہیں۔ اس تفاوت کا سبب بھی دل ہی ہے۔ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ دل ہی کو دیکھیں گے۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ	ترجمہ۔ جس دن مال اور
وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ	اولاد نفع نہیں دے گی
اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝	مگر جو اللہ کے پاس پاک
(سورۃ الشعراء رکوع ۵ پ۱۹)	دل لے کر آیا۔

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اس کو سمجھ ہو۔ تو مسلمان کا ہر عمل حیات نیکی کے دائرہ میں آ سکتا ہے دل میں فقط اللہ تعالیٰ کی رضاء مطلوب محبوب اور

مقصود بنالے۔ امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کہ ادھر جماعت تیار ہے۔ ادھر مجھے بیت الخلا جانے کی ضرورت ہے۔ فرمائیے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ تیری نماز پاخانہ میں شمار کرلی جائے تو پہلے نماز پڑھ لو۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ تیرا بیت الخلاء جانا بھی نماز میں لکھا جائے۔ تو پہلے بیت الخلاء ہو آؤ۔ اگر ایک شخص بیت الخلاء اس نیت سے جاتا ہے۔ کہ فارغ ہوکر یکسوئی سے نماز ادا کروں گا۔ تو اس کا بیت الخلاء جانا وہاں بیٹھنا۔ ہر کام عبادت میں لکھا جائے گا۔ عبادت کے معنی فقط روزہ نماز وغیرہ نہیں۔ بلکہ ہر وہ کام جو معبود حقیقی کی رضا کے لئے کیا جائے وہ عبادت ہے۔ اگر ایک شخص اس لئے دوکان پر بیٹھتا ہے۔ کہ حلال کا رزق کما کر لاؤں اور بیوی بچوں میں بیٹھ کر عزت سے کھاؤں تو اس کا دوکان پر بیٹھنا عبادت ہے دوسرا شخص اسی غرض سے سرکاری ملازمت کرتا ہے اور سارا وقت ایمانداری سے کام کرتا ہے۔ تو اس کا

ملازمت کرنا بھی عبادت ہے۔ لیکن اگر اس کے پاس کام تو رکھا ہوا تھا۔ مگر یہ دو گھنٹہ باتیں کرتا رہا۔ تو اس کی دو گھنٹہ کی تنخواہ حرام کی ہو گئی حلال حرام مل جائے تو سارا حرام ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بیوی بچے حرام کھائیں گے۔ تو ان کو حرام کی طرف کشش ہو گی۔ ایک شخص وضو کر کے مسجد میں نفل پڑھتا ہے۔ دوسرا جنگل سے نمازیوں کے لئے ڈھیلے لانے میں اتنا ہی وقت صرف کرتا ہے۔ یہ دونوں برابر ہیں۔ اور دونوں کی نفلی عبادت شمار کی جائے گی۔

پہلے جو سورۃ المومنون کی آیت عرض کی تھی۔ اب اس کا ضمیمہ عرض کرتا ہوں۔

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (سورۃ المنٰفقون رکوع ۲ پ ۲۸)

ترجمہ۔ اور اس میں سے خرچ کرو۔ جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے۔ اس وقت سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے

آنکھوں میں بینائی۔ زبان میں گویائی دماغ میں عقل

ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت جس کو عربی میں بطش کہتے ہیں۔ اور پاؤں میں چلنے کی طاقت جس کو عربی میں مشی کہتے ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہر چیز کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ خرچ کرنے کے بعد ہر وقت یہ خدشہ دامنگیر رہے۔ کہ خدا جانے وہ قبول بھی فرماتے ہیں۔ یا قیامت کے دن منہ پر مار دیتے ہیں۔ تربیت کے بغیر شیطان نیکی کو نہیں بچنے دے گا۔ جس طرح تیزاب کا ایک قطرہ کپڑے پر پڑ جائے اور کپڑے کو تہ کرکے رکھ دیا جائے۔ تو سارا راکھ ہو جائے گا۔ اسی طرح ریاء ہر نیکی کے کام کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ خاص صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یا الہ العالمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۰؁ھ مطابق ۱۰ر مارچ ۱۹۶۱؁ء

آخرت کی فکر

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ اجتماع اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہو جائیں۔ اور ہم امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جائیں۔ آج کل امراض روحانی بطور وباء پھیلے ہوئے ہیں۔ جس طرح بعض امراض جسمانی وبا کی طرح عام ہوتے ہیں ۱۹۱۴؁ء کی جنگ کے بعد ۱۹۱۸؁ء میں انفلوانزہ کی وبا عام ہوگئی تھی۔ اس میں اکثریت مبتلا تھی۔ گھروں کے گھر۔ گلیوں کی گلیاں اور محلوں کے محلے بند ہوگئے تھے۔ کبھی طاعون بطور وبا پھیل جاتی تھی۔ اسی طرح آج کل امراض روحانی بطور وبا پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر کس و ناکس ان میں مبتلا ہے۔ اِلاَّ ماشاء اللہ۔ مگر افسوس صد افسوس ان کا احساس بہت

کم لوگوں کو ہے۔ اس کا سبب تعلقات دُنیوی ہیں اگر اس جہان سے شفایاب ہو کر نہ گئے۔ تو بنے بنائے دوزخی ہیں۔ جس طرح اس جہان میں جسمانی امراض کے مریضوں کے لئے ہسپتال ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ہاں روحانی امراض کے مریضوں کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔

عام طور پر ان امراض کی سمجھ بھی نہیں ہوتی جب تک کسی ہادی کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ ان کے جوتوں کی خاک کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالا تب اللہ تعالےٰ نے سمجھ عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ مادر زاد ولی پیدا کر دے۔ تو وہ قادر ہے۔ ورنہ دستور یہی ہے۔ کہ ان امراض کی سمجھ اور ان سے شفا اللہ والوں کی صحبت میں نصیب ہوتی ہے میں دیکھتا ہوں۔ کہ صحبت کے بغیر شاید ہی کوئی ان امراض سے بچا ہوا ہو۔ غرباء۔ امراء۔ متوسط طبقہ۔

طلباء ۔ حتّٰی کہ علماء کو بھی امراض روحانی کا احساس نہیں ہے ۔ مدارس عربیہ میں طلبائے علوم دینیہ ان امراض سے عبور کر جاتے ہیں ۔ مگر ان سے شفا نہیں ہوتی ۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو ۔ اگر ایک شخص کو معلوم ہو کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہے ۔ مگر وہ علاج نہ کرائے ۔ تو کیا ضرور شفا ہو جائے گی ؟ اللہ تعالےٰ چاہے تو بلا علاج بھی مریض کو صحت حاصل ہو سکتی ہے ۔ وہ تو کلمہ کن سے ہر مرض کا علاج کر سکتا ہے ۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ (سورۃ یٰسٓ رکوع ۵ پارہ ۲۳)	ترجمہ ۔ اس کی تو یہ شان ہے ۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے ۔ تو اتنا ہی فرما دیتا ہے ۔ کہ ہو سو وہ ہو جاتی ہے

لیکن عام دستور یہی ہے ۔ کہ علاج کرانے سے شفا حاصل ہوتی ہے ۔ روحانی امراض میں بھی یہی دستور ہے ۔

عرصہ سے روحانی امراض کا ذکر آرہا ہے۔ ایک مجلس میں مَیں نے عجب اور کبر۔ دوسری میں حسد اور ریاء تیسری میں شحّ نفس (خود غرضی) کے متعلق عرض کیا تھا۔ ان سب کا علاج بھی عرض کر چکا ہوں۔ مَیں یہ بھی عرض کر چکا ہوں۔ کہ علاج کے متعلق میری تقریر سُن جانا کافی نہیں۔ سوچا کیجئے کہ ہمارے اندر یہ امراض روحانی تو موجود نہیں اگر ہیں تو ان سے توبہ کیجئے۔ اگر نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔ روزانہ اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہوسکتا ہے۔ کہ اگر آج ہم روحانی بیماریوں سے بچے ہوئے ہیں۔ تو کل ان میں سے کسی میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ کتابیں پڑھ لینے سے تو ان بیماریوں سے شفا نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ — بیشک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس

الْحَطَبَ ۔ طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے

کیا علمائے کرام کے اندر سے یہ حدیث پڑھنے کے بعد حسد نکل جاتا ہے ۔ یہ سب جھگڑے تو حسد ہی کے ہیں ۔ اللہ والوں سے تربیت کرانے کے بعد حسد نکل جاتا ہے ۔ بشرطیکہ عقیدت ۔ ادب اور اطاعت کی تین تاروں سے ان کے ساتھ کنکشن ہو ۔ رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار سے بھی وہ بدبخت محروم ہی رہے ۔ جن کو آپ سے نہ عقیدت تھی نہ ادب ، اور نہ اطاعت کرتے تھے ۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط

(سورۃ التوبۃ رکوع ۱۰ پارہ ۱۰)

ترجمہ ۔ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ ۔ اگر تو ان کے لئے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگے گا ۔ تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا

اصل میں کھوٹ ان بے ایمانوں کے اندر تھا ۔ اس لئے دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محروم ہی گئے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی انکے حق میں قبول نہ ہوئی۔

اہل اللہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں۔ وہ امراض روحانی کے معالج ہوتے ہیں۔ وہ برتن کی طرح دلوں کو مانجھ کر رکھ دیتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی کھرا مل جائے۔ ورنہ لٹوں والے طبلہ سارنگی والے حضرت صاحب اور صاحبزادہ صاحب تو بہت ہیں۔ کچھ ادھر کے اور کچھ اُدھر کے صاحب ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے شفایاب ہوکر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج کی تقریر کا عنوان ہے

آخرت کی فکر

اللہ تعالےٰ قیامت کے دن مجرموں سے فرمائیں گے

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵)

ترجمہ۔ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے۔ آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس جہان میں اس آیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

روزانہ پانچ منٹ یہ سوچا کیجئے۔ کہ ہم امراض روحانی مہلکہ میں تو مبتلا نہیں ہیں۔ قیامت کے دن جو اللہ تعالےٰ فرمائیں گے۔ آج ہی کیوں نہ ہم اس کے متعلق سوچیں۔

حضرت شاہ ولی صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کو دُنیوی تعلقات کا کلوروفارم سُنگھا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے بیوی بچوں اور دوسرے دُنیوی تعلقات کا تو اس کو بڑا خیال رہتا ہے مگر اپنا خیال نہیں رہتا۔ مرنے کے بعد کلوروفارم کا اثر اُتر جائے گا۔ تو پھر پتہ چلے گا۔ کہ بیوی بچے اور باقی رشتہ دار سب غدار نکلے۔ لیکن اس وقت یہ احساس کچھ فائدہ نہ دے گا ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

میں عرض کیا کرتا ہوں ۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ ہے ۔ حصول رضائے الہی ۔ اس کے ذرائع دو ہیں ۔

(۱) ۔ خالق کو بعبادت راضی کرنا ۔

(۲) ۔ مخلوق کو بخدمت راضی کرنا ۔

یہ سوچا کیجئے کہ مجھ پر کس کس کا حق ہے ۔ اور کیا میں ان کا حق ادا کر رہا ہوں ۔ سب سے اول اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق فائق ہے ۔ کیا میں ان دونوں کا حق ادا کر رہا ہوں ۔ اس کے بعد سب سے پہلے والدین کا حق ہے ۔ کیا وہ دعائیں دے رہے ہیں ۔ یا بد دعائیں ۔ بعض بد بخت دوستوں کو تو خوب کھلاتے پلاتے ہیں ۔ مگر باپ کو پوچھتے بھی نہیں بیوی کی ہر فرمائش پوری کرتے ہیں ۔ اور ماں کو پوچھتے بھی نہیں ۔ ان کو یار ۔ باپ سے ۔ اور بیوی ماں سے زیادہ پیاری ہے ۔ حالانکہ بیوی ماں کے جوتے کے برابر نہیں ہو سکتی ۔ دولت ہو تو روز

تین چار بیویاں کر سکتے ہیں۔ شہد پر مکھیاں بہتیری۔ لیکن ماں ایک ہی ہے۔ جس نے جنا ہے۔ ایک حدیث شاہد ہے۔ کہ والدین کی خدمت کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا درجہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ تین آدمی بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ ایک پتھر اُوپر سے گرا اور غار کا دروازہ بند ہوگیا۔ ان تینوں نے مشورہ کے بعد یہ طے کیا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا نیک عمل یاد کر کے اللہ تعالےٰ سے دُعا کرے۔ کہ وہ ایک تہائی پتھّر ہٹا دے ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ اے اللہ ایک دن میں جنگل سے بکریاں لے کر دیر سے آیا تھا۔ تو میرے والدین سو چکے تھے۔ میں دودھ لے ان کے سرہانے ساری رات کھڑا رہا۔ اور میرے بچے بلکتے رہے۔ میں نے ان کو دودھ نہ دیا اے اللہ اگر میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو ایک تہائی دروازہ کھول دے۔ اللہ تعالےٰ کی

قدرت سے ایک تہائی دروازہ کھُل گیا۔ باپ پہلے اور اولاد بعد میں آتی ہے۔

اول تو ان چیزوں کی اطلاع نہیں۔ اگر ہو تو نفس اور شیطان آڑے آتے ہیں۔ اور کرنے نہیں دیتے۔ قرآن مجید نمبر اوّل ذوی الحقوق کی فہرست تبلاتا ہے۔ نمبر دوئم ان کے مدارج تبلاتا ہے۔ نمبر سوئم ان کے حقوق کے ادا کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے۔ نمبر چہارم اگر ذی الحقوق سے تعلق بگڑ جائے۔ تو اُس کو درست کرنے کا طریقہ بھی تبلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ ترجمہ۔(تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے)

کس کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہو۔ اور کس کی محنت سے جوانی کو پہنچے ہو۔ والدین میں سے ماں کا ¾ حق ہے اور باپ کا ¼ والدین کے بعد بیوی آتی ہے۔ پھر اولاد اور بہن بھائی آتے ہیں ان سب کے بعد دوست آتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ممتحن کا محرم راز ہو۔ اور وہ اس سے معلوم کر کے کسی طالب علم کو پرچہ تبلا دے۔ پھر بھی اگر وہ طالب علم فیل ہو جائے۔ تو اُس سے زیادہ بدقسمت کون ہو سکتا ہے۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے محرم راز ہیں۔ اور آپؐ نے قیامت کے دن کے پرچے اوٹ کر دیئے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی مسلمان امتحان عمری میں فیل ہوکر جہنم میں جائے۔ تو یہ اس کی بدقسمتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس وقت تک دربارِ الٰہی سے نہ ہٹایا جائے گا۔ جب تک ان پانچ سوالات کا جواب نہ دے لے گا۔

(۱) عمر کہاں خرچ کی تھی۔ (۲) جوانی کہاں خرچ کی تھی (۳) کمایا کس ذریعہ سے تھا۔ (۴) خرچ کہاں کیا تھا (۵) جو مجموعہ ہدایت میں نے نازل کیا تھا۔ اس پہ کیا عمل کر کے لائے ہو۔

یہ اِقْرَاْ کِتٰبَکَ والی آیت کا ضمیمہ ہے۔ اگر ہم

ان باتوں پر عمل کریں گے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ بیڑا پار ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العلمین۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ اِقْرَأْ کِتٰبَکَ کو وقتاً فوقتاً سامنے رکھ کر اپنے اعمال کا محاسبہ کیا جائے۔ وما علینا الا البلاغ

۱۱/ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴/ مارچ ۱۹۵۷ء

رضائے الٰہی کے طالبوں کیلئے زندہ معیار

اس اجتماع کا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح حال فرمائیں۔ اصلاح قال اور چیز ہے۔ اور اصلاح حال اور چیز۔ اصلاح قال ہونے پر بھی اصلاح حال نہیں ہوتی۔ مثلاً کئی مسلمان نماز کو فرض سمجھتے ہیں۔ یہ تو اصلاح قال ہے۔ مگر وہ نماز

نہیں پڑھتے۔ اس لئے کہ اصلاح حال نہیں ہوئی۔ روزہ فرض ہے۔ مگر اکثر مسلمان نہیں رکھتے۔ جن کے پاس دولت ہے۔ وہ مانتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ اور حج فرض ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر نہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور نہ حج کے لئے جاتے ہیں۔ ان کی اصلاح قال تو ہو چکی۔ مگر اصلاح حال نہیں ہوئی۔ اگر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے منکر ہیں تو کافر ہیں۔ ہم یہاں اس لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ کہ ہماری اصلاح حال ہو جائے۔ اگر یہاں اصلاح حال نہ ہوئی تو خطرہ ہے۔ کہ کہیں قبر میں یہ نہ کہا جائے۔ کہ پہلے اصلاح حال کر لو۔ پھر عذاب ہٹا دیا جائے گا۔ اصلاح حال ضروری ہے۔ اس کے بغیر انسان کی تکمیل نہیں ہوتی۔

کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

قال را بگزار بنگر بسوئے حال

بر اشہد تو خندہ زند اسہد بلالؓ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ اشہد ان لا الہ

الا اللہ کی بجائے اسہد ان لا الہ الا اللہ کہتے تھے بعض ممالک کے لوگ بعض الفاظ کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے۔ جیسے ہمارے پنجاب میں اکثر ق کی جگہ ک ہی بولا جاتا ہے۔ بنگالی کی زبان پر ج نہیں چڑھتا۔ حضرت بلالؓ کا اسہد ان لا الہ الا اللہ کہنا اگرچہ غلط تھا۔ لیکن چونکہ اصلاح حال ہو چکی تھی۔ اس لئے اس کے اندر وہ جان تھی۔ کہ ہمارے اشہد ان لا الہ الا اللہ میں نہیں ہے۔ ان کو گرم ریت پر لٹایا جاتا تھا۔ سینہ پر بھاری پتھر رکھا جاتا تھا۔ بیہوش ہو جاتے۔ مگر جب ہوش آتا تو زبان پر احد احد ہی جاری ہوتا تھا۔ بظاہر وہ غلط پڑھتے تھے۔ لیکن ان کے غلط میں وہ نور تھا۔ جو ہمارے صحیح تلفظ میں نہیں ہے

آج کا عنوان یہ ہے۔

رضائے الٰہی کے طالبوں کے لئے ہر دور میں اللہ کی طرف سے پیش کردہ زندہ معیار

قیامت تک آنے والی نسلِ انسانی کے لئے اصل

معیار تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیۃ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کو شریک کر دیا گیا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (سورۃ النساء رکوع ۱۷ پ ۵)

ترجمہ۔ اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے۔ بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو۔ اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے۔ تو ہم اسے اس طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے۔ اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

اس آیت سے صحابہ کرام بھی معیاری درجہ پر آگئے ہیں۔ ان کی مخالفت کرنے والوں کے لئے عذاب کا وعید سنا دیا گیا۔

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۝

حضور صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضریٰ اور صحابہ کرام اپنی اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں۔ لیکن ہر دور میں اللہ تعالےٰ ایسے بندے پیدا کرتے رہینگے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے زندہ معیار ہونگے اللہ تعالےٰ آپ کو یہاں کچھ سیکھنے کے لئے لاتا ہے۔ اس لئے جو کچھ میں عرض کروں۔ اس کو بطور سبق یاد رکھا کیجئے۔ میں نے اپنے دونوں مربیوں کے ہاں یہی دیکھا۔ کہ جب کسی سے غلطی ہو جاتی تو اس کو کہا جاتا تھا۔ کہ یہی سیکھا ہے۔ مجلس کو بدنام نہ کیا کیجئے۔

میں پڑھ کر نہیں آتا۔ اللہ تعالےٰ جو دل میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ ہر

دور میں اللہ تعالٰے کے معیاری بندوں کا ذکر اس آیت میں آتا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہ الاية۔

(سورہ الکھف رکوع ۴ پ ۱۵)

ترجمہ۔ اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا۔ کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے۔

یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ ہر دور کے مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں۔ کہ ان معیاری بندوں کی صحبت اختیار کرو۔ جن کی زندگی کا نصب العین فقط رضائے الٰہی ہے۔ ان کے دل میں نہ جائدادیں بنانے نہ عہدے بڑھانے نہ سیٹھ بننے اور نہ زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانے کا شوق

ہے۔ ان کو اگر شوق ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کی یاد اور اس کو راضی کرنے کا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵)

ترجمہ۔ جو کوئی دنیا چاہتا ہے۔ تو ہم اسے سروست دنیا میں سے بھی جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے۔ اور وہ مومن بھی ہے۔ تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی

اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔ جو [دنیا] کو مقصود بالذات بناتے ہیں۔ ان کے دل میں

جائدادیں بنانے - عہدے بڑھانے - سیٹھ بننے اور زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانے کا شوق ہوتا ہے - یہ دنیا کے طالب ہیں - ان کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں - کہ جو ہم چاہیں گے - ان کو دیں گے - یہ نہیں کہ جو وہ چاہیں وہ ان کو مل جائے گا

۲- جو آخرت کو مقصود بالذات بناتے ہیں اُن کو ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتی ہے - کہ قبر جہنم کا گڑھا نہ بن جائے -

ہر دور میں ایسے اللہ کے بندے رہیں گے جن کو آخرت پیش نظر ہوگی - وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اتباع کو اپنے لئے باعث صد فخر و شرف خیال کریں گے - وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ - حکم دے رہے ہیں - کہ ان کو چھوڑ کر دوسرا معیار قائم نہ کر لینا - ورنہ تم دنیا کے طالب سمجھے جاؤ گے -

حضرت امروہیؒ کے دو واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں - حضرتؒ کا مکان اپنا تھا - زمین اپنی تھی اور

دو کنویں بھی تھے ۔ حضرتؒ کا ہمسایہ ایک زمیندار
تھا۔ وہ حضرتؒ کا ادب کرتا تھا ۔ مگر اس کا
بیٹا بھنگ پیتا تھا۔ حضرتؒ اس سے ناراض ہوگئے
اس لئے وہ مخالف ہوگیا ۔ آنجا کہ گل است خاراست
ہر ولی کے ساتھ کوئی نہ کوئی خبیث ہوتا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الآیہ (سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸)	ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شریر آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا۔

جب انبیاء علیہم السلام کے راستہ میں روڑہ اٹکانے
والے موجود رہے ہیں ۔ تو اولیاء کرام اس قسم
کے انسان صورت شیطان سیرت لوگوں سے کس طرح
بچ سکتے ہیں ۔ ہمسایہ نے جب زیادہ ستانا شروع کیا
تو حضرتؒ نے بیل گاڑی منگوائی اور گھر کے برتن
وغیرہ اس پر لاد کر فرمایا ۔ کہ ہم نکل جاتے
ہیں ۔ اس کے بعد نہ معلوم اس نے معذرت کی
یا کیا ہوا حضرت ٹھہر گئے

دوسرا واقعہ ایک شخص لنگر کے لئے حضرتؒ کو زمین دے گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء نے حضرتؒ سے زمین کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضرتؒ اندر سے رجسٹری لائے۔ اور دیا سلائی جلا کر اس کو آگ لگا دی۔ اور فرمایا جاؤ لے جاؤ۔ یہی میرا قبضہ تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ (ترجمہ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ (تعالیٰ) اُس کا ہو جاتا ہے)

اگر جنگل میں جا بیٹھیں گے۔ تو وہاں منگل ہو جائے گا۔ اس قسم کے اللہ کے بندے اللہ کے سوا سب سے دل برداشتہ ہوتے ہیں۔ ع

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

ان کی صحبت میں عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ ع

بے ادب محروم ماند از فضلِ ربّ

بے ادب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر بھی دنیا سے محروم ہی گئے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

(سورہ التوبہ رکوع ۱۰ پ ۱۰)

ترجمہ۔ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ تو ان کے لئے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشیگا (اندر گدھا ہو یا کتا تو اس کو ہدایت خاک ہوگی)

کسب معاش کے لئے آپ جو ذریعہ معاش چاہیں اختیار کریں۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد ایسے لوگوں کو تلاش کریں۔ جو معیاری ہوں۔ اس قسم کے اللہ کے بندے نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں۔ موتی ملنے ارزاں۔ لیکن اللہ والے ملنے گراں ہیں۔ موتی تو اللہ تعالےٰ نے کافروں کے گھروں میں بھی بھر رکھے ہیں۔ لیکن اللہ والے لاکھوں میں بھی کم یاب ہیں۔ اگر عقیدت میں سے ایک تار بھی کٹ گئی۔ تو طالب گیا۔ جس طرح بلب کی ایک تار بھی جل

جائے۔ تو وہ بیکار ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ درس۔ جمعہ اور ذکر میں اسی لئے آتے ہیں۔ کہ دیکھیں کیا کہتے ہیں۔ ان کو قرآن مجید سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدی آپ کے پیچھے نماز اور جمعہ پڑھنے والا۔ آپؐ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ اس کے لئے دعائے مغفرت بھی فرمائی۔ مگر عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے نہ ہونے کے باعث مرنے کے بعد اس کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ بھی تھے جن کو اللہ تعالےٰ ہمارے لئے نمونہ بنا رہے ہیں۔

لاکھوں میں کوئی معیاری بندۂ خدا ہوگا۔ اگر لاہور میں سے ایک لاکھ میں سے ایک بھی معیاری ہوتا۔ تو لاہور روشن ہوتا۔ پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنے والے اولیاء کرام کی تو اس درجہ کمی ہے۔ ایک قسم اولیاء کرام کی وہ بھی ہے جو غضب الٰہی کو روکے رہتے ہیں۔ اس قسم کے اولیاء کرام اگر لاہور میں نہ ہوتے۔ تو لاہور کوئٹہ

سے پہلے غرق ہو جاتا - جہاں پانچ ہزار زنا کے اڈے ہوں - یہ محتاط رپورٹ ہے - لاہور والے اللہ کے عذاب کو بلا رہے ہیں - نوحؑ کی قوم نے ان سے کہا -

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۃ ھود رکوع ۳ پارہ ۱۲)

ترجمہ - اب لے آ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے - اگر تو سچا ہے -

جب عذاب الٰہی آیا تو ان میں سے ایک بھی متنفس نہ بچنے پایا - نہ حیوان رہے - نہ پرند رہے - نہ چرند - گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا - کفار مکہ کہتے تھے -

وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ○ (سورۃ انفال رکوع ۴ پارہ ۹)

اس کے جواب میں اگلی ہی آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا -

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ ط الآیہ

ترجمہ۔ اور جب اُنہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ دین تیری طرف سے حق ہے۔ تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر درد ناک عذاب لا۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا۔ کہ انہیں آپ کے ہوتے ہوئے عذاب دے۔

اگرچہ اللہ کے معیاری بندے کمیاب ہیں۔ لیکن تلاش کرنے سے مل جائیں گے۔ من جلا وجلا۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے جن اولیاء اللہ کی زیارت کا شرف عطا فرمایا۔ ان میں اکثروں کی زندگی کا آفتاب غروب کے قریب تھا۔ اور میری جوانی کی ابتدا تھی۔ ولی کے لئے پہلی شرط اتباع کتاب و سنت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ مومن کو ایک نور عطا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر آپؐ نے اس نور کی تین علامتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ۔ اس دنیا سے وہ دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔

۲- اَلْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ - آخرت کی طرف ان کا دھیان لگ جاتا ہے۔

۳- اَلْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ - موت سے پہلے مرنے کی تیاری کرتا رہتا ہے۔

سوچا کیجئے۔ کہ یہ حالت پیدا ہوئی ہے۔ یا نہیں اللہ والوں کی صحبت میں رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر موت یاد رہتی ہے۔ اور اس کے لئے تیاری بھی شروع ہو جاتی ہے۔ ورنہ عام طور پر موت یاد ہی نہیں رہتی۔

اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو معیاری بندوں کی صحبت میں پہنچائے۔ اور ان کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت سے مدت مدید تک رہ کر مقبولین بارگاہِ الٰہی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۸؍ شعبان المعظم ۱۳۷۶؁ھ مطابق ۱۲؍ مارچ ۱۹۵۷؁ء

رضائے الٰہی کا بلند مقام

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ اجتماع اصلاح حال کے لئے ہُوا کرتا ہے۔ اصلاح قال تو کتاب و سنت کی تعلیم سے ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ مقبول ہیں۔ جن کی اصلاح حال ہو جائے شاعروں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ ترجمہ۔ اور وہ کہتے ہیں۔
(سورۃ الشعراء رکوع: ۱۹ پ) جو وہ نہیں کرتے۔

اس میں اصلاح قال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے علم تھوڑا بھی ہو۔ مگر اس پر عمل ہو۔ تو یہ علم فائدہ مند ہے۔ یہود کے علماء کے متعلق اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا ترجمہ۔ ان لوگوں کی مثال
التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ جنہیں توراۃ اٹھوائی گئی

يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا الایه
(سورہ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸)

پھر انہوں نے نہ اٹھایا اسکو گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے۔

گدھے پر دفتر لاد دیئے جائیں تو وہ عالم نہیں ہو جاتا۔ عالم بے عمل کو گدھے سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں اصلاح قال کے ساتھ اصلاح حال کی بھی ضرورت ہے جتنی اصلاح حال ہوگی۔ اتنا ہی انسان مقبول بارگاہ الٰہی ہوگا۔ اسی چیز کی طرف ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔ ع

قلندر جز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغتہائے حجازی کا

عمل نہ ہو تو علم بے کار ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا الہ العالمین۔

اصلاح حال کے لئے ان لوگوں کی صحبت ضروری ہے۔جن کی اپنی اصلاح حال ہو چکی ہو۔ اسی لئے

اللہ تعالےٰ نے ان کی صحبت اختیار کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الآیۃ

(سورۃ الکھف رکوع ۴ پ ۱۵)

ترجمہ۔ اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا۔ کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

یہ وہ حضرات ہیں۔ جن کو فقط اللہ کی رضاء مطلوب محبوب اور مقصود ہے۔ ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں۔ جن کو دنیا مقصود ہے۔ ان کا ذکر اس آیت میں فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ

ترجمہ۔ جو کوئی دنیا چاہتا ہے۔ تو ہم اسے سردست

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا

(سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵)

دنیا میں سے بھی جس قدر اور جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہوکر گرے گا)

جس طرح بھوک کے لئے کھانا کھانا۔ پیاس کے لئے پانی پینا۔ سردی گرمی سے بچنے کے لئے کپڑے پہننا۔ سر چھپانے کے لئے مکان بنانا انسان کی فطرت ہے۔ اسی طرح انسان کی یہ بھی فطرت ہے۔ کہ یہ صحبت کا رنگ لیتا ہے۔ بے دینوں کی صحبت میں جاکر اچھے خاصے دیندار بے دین ہو جاتے ہیں۔ بلکہ گالیاں بھی سیکھ جاتے ہیں۔ انسان جو کچھ بننا چاہتا ہے۔ اس فن کے امام (جس کو آپ اکسپرٹ کہتے ہیں) کی صحبت اختیار کرنے سے یہ اس فن میں کامل ہو جائے گا۔ عالم اور بی اے اسی طرح بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ انسان کی فطرت سے واقف

ہیں - اس لئے اس نے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الآیہ کا حکم دیا ہے - ع

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

آپ جس کامل کی صحبت میں بیٹھیں گے - وہی بنیں گے آپ میں سے کوئی طبیب - کوئی عالم کوئی بی اے اسی طرح تو بنے ہیں - اگر آپ قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چڑھانا چاہتے ہیں - تو اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو ان دونوں علموں کے کاملین کی صحبت میں پہنچایئے - میرا ایک چھوٹا سا نواسہ ہے - وہ چونکہ گھر میں سب کو تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے - اس لئے وہ بھی تسبیح مانگتا ہے - آج کا عنوان ہے -

رضائے الٰہی کا بلند مقام

حصول رضائے مولا کو مقصود بالذات بنانا یہ بہت اونچا مقام ہے - آج اس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں - تا کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو

اس کو پیش نظر رکھنے اور اس کی طرف قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

رضائے الٰہی کے اونچے درجے کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ؕ

(سورۃ التوبہ رکوع ۹ پ ۱۰)

ترجمہ۔ اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے۔ یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

دنیا میں اکثر انسان اور اور کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ	ترجمہ۔ جس دن ہم جہنم
هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ	سے کہیں گے۔ کیا تو بھر
هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ	چکی اور وہ کہیگی۔ کیا
(سورہ ق رکوع ۲۔ پ ۲۶)	کچھ اور بھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد اللہ تعالےٰ دوزخ کے منہ پہ اپنا پاؤں مبارک رکھینگے تو وہ کہے گی۔ قط۔ قط (بس۔ بس) اللہ تعالےٰ کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کا جہاں ذکر آئے اس کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ نومن کما جاء ولا نسئل عن کیفیتہ جس طرح کتاب و سنت میں) ذکر آیا ہے۔ ہم اس پہ ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال نہیں کرتے۔

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ انسان کا پیٹ بھی ایک طرح کا دوزخ ہے۔ یہ بھی ھل من مزید کی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ -/۵۰ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ تو بھی بسر اوقات ہو رہی تھی۔ مگر اور کی

فکر تھی۔ ۶۰/۔ روپیہ ماہوار تنخواہ ہو گئی۔ تو بھی اور کی رٹ لگ رہی تھی۔ ۶۰/۔ روپیہ سے بڑھتے بڑھتے ۱۰۰/۔ روپیہ ہو گئی۔ مگر اور اور ہوتی رہی۔ یہ وہی دوزخ والا قصہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام آجائے۔ تو پھر پیٹ کا دوزخ بھر جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ وہ شخص فلاح پا گیا۔ جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں۔ ۱۔ ایمان۔ ۲۔ رزقِ کفاف۔ ۳۔ رزق کفاف پر قناعت

میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ رضائے الٰہی کا بلند مقام ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے۔ جس طرح بچہ ابھی پرائمری میں پڑھ رہا ہے۔ لیکن والدین کے پیش نظر ہے۔ کہ اس کو ایم اے کراتا ہے۔ اس بلند مقام کا ذکر اس حدیث میں بھی آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ	ترجمہ۔ ابی سعیدؓ کہتے ہیں
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ
لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ
الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ
رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ
كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ
رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا
لَا نَرْضٰى يَا رَبِّ فَقَدْ
اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا
مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا اُعْطِيْكُمْ
اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ
يَا رَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ
مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ
عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ
عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا

(متفق علیہ)

وسلم نے فرمایا ہے۔ خداوند
(تعالیٰ) جنتیوں سے فرمائیگا
اے جنتیو! وہ کہیں گے۔
اے ہمارے پروردگار ہم
حاضر ہیں۔ تیری خدمت میں
موجود ہیں۔ اور بھلائی تیرے
ہی ہاتھ میں ہے۔ خداوند تعالےٰ
فرمائے گا۔ کیا تم راضی اور خوش
ہو؟ وہ کہیں گے اے پروردگار
ہم کیونکر راضی اور خوش نہ ہوں؟
تو نے ہم کو اس قدر دیا ہے
کہ اپنی مخلوق میں سے کسی
کو نہیں دیا۔ خداوند تعالےٰ
فرمائے گا۔ کیا میں ان سب
چیزوں سے بہتر ایک چیز اور تم کو عطا نہ
کردوں۔ وہ کہیں گے اے پروردگار!
ان چیزوں سے بہتر اور کونسی چیز ہوگی

خداوند تعالیٰ فرمائے گا۔ میں تم کو اپنی خوشنودی عطا کروں گا۔ اور اس کے بعد پھر تم سے کبھی ناخوش نہ رہوں گا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو رضوان من اللہ اکبر والا بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ جو جس چیز کا اہل ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کو وہی چیز عطا فرما دیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے بہشت ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ

(سورۃ البینۃ پارہ ۳۰) رہیں گے ۔ اللہ ان سے
راضی ہوا۔ اور وہ اس سے
راضی ہوئے

ایمان اور عمل صالحہ کی توفیق ہوئی ۔ تو خیرالبریہ کا خطاب ملا۔ خیرالبریہ کا بدلہ جنت ملا۔ جس میں سدا رہیں گے ۔ پھر رضائے الٰہی کا بلند مقام عطا ہوا ۔ رضی اللّٰہ ورضوا عنہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالےٰ کے ہر فعل پر صادر کرنے اور اس سے ہر وقت راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین ۔ جب بندہ اللہ تعالےٰ سے ہر حال میں راضی ہو گا ۔ تو اللہ تعالےٰ اس سے کیوں نہ راضی ہو گا ۔ یہ بہت اونچا مقام ہے۔

انسان سُبک مزاج ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے بیٹا عطا فرمایا تو باجے بجاتا ہے۔ خوشیاں مناتا ہے۔ نہ خدا یاد ہے ۔ نہ شریعت کا لحاظ ہے ۔ اگر ۱½ فٹ کا بیٹا مرگیا۔ تو آسمان سر پر اُٹھا لیا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ

(سورۃ البقرۃ ع ۱۹ پ ۲)

ترجمہ۔ اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم تو اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

مُرغی کھڑی رہ جاتی ہے۔ اور ہم اس کے بچے کھا جاتے ہیں۔ کبھی بچے کھڑے رہ جاتے ہیں۔ اور مرغی کو ہم ذبح کر کے کھا جاتے ہیں۔ کوئی روکے تو اس کو جواب دیتے ہیں۔ کہ میری تھی۔ تم کو کیا حق ہے۔ روکنے کا۔ کیا اللہ تعالےٰ کا حق نہ تھا۔ کہ جب چاہے بیٹا دے اور جب چاہے

لے جائے۔ اور ایک لڑکی دے دے جس طرح ہمیں اپنی مملوکہ چیزوں میں تصرف کرنے کا پورا حق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہونے کی وجہ سے اس میں جو تصرف چاہے کرے اس کو پورا حق ہے۔ ہمیں ہر حال میں راضی بقضاء رہنا چاہیئے۔

اللہ والے فرمایا کرتے ہیں۔

طالب الدنیا مؤنث۔ طالب العقبیٰ مخنث و طالب المولیٰ مذکر۔ عورت زیب و زینت کو فطرتاً پسند کرتی ہے۔ جو کوٹھی موٹر وغیرہ کو مقصود بالذات بناتے ہیں۔ وہ شکل میں مرد ہیں اور حقیقت میں داڑھی والی عورتیں ہیں۔ جو جنت کی نعمتوں کے طالب ہیں۔ وہ بھی صحیح معنوں میں مرد نہیں ہیں۔ وہ مخنث ہیں۔

حقیقی مرد وہ ہیں جو مولا کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں۔ ہمیں جنت کی طمع نہیں اور دوزخ کا ڈر نہیں۔

ہم تو صرف اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بہت اونچا مقام ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اسے پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اس مقام پر پہنچنا ہے مشکل۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں یہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس میں آزمائشیں بھی آتی ہیں۔ وہ مالک ہے۔ اس کو حق ہے۔ کہ اپنی مملوکہ چیزوں میں جو چاہے تصرف کرے۔

محمد خاں صاحب بلوچ ایک بزرگ تھے۔ کسی دوسرے بزرگ کے مجاز بھی تھے۔ ان کا پندرہ سولہ سالہ بیٹا بیمار ہوا۔ اور فوت ہوگیا۔ اس کے اوپر چادر ڈال کر سرہانے بیٹھے کچھ پڑھتے رہے۔ جو پوچھتا اس سے فرما دیتے اب آرام آگیا ہے۔ صبح کی نماز پڑھ کر جماعت کو اطلاع دی۔ کہ بیٹا مرگیا ہے۔ اس کے کفن دفن کی تیاری کی جائے اللہ والے سمجھتے ہیں جو محبوب کی طرف سے آئے

وہ ٹھیک ہے۔ کوئی بوڑھا بھی مرجائے۔ تو دنیادار دل میں خوش ہوتے ہیں۔ کہ اچھا ہوا بابا مرگیا۔ لیکن تصنّع سے روتے ہیں۔ بیٹا پیدا ہوا تو خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ اگر مرجائے تو چیخ و پکار کرتے ہیں نہ ادھر خدا کی رضا کا خیال نہ ادھر۔

ایک دوسرے بزرگ کا واقعہ ہے۔ باہر ان کے بیٹے کی شادی کا انتظام ہو رہا تھا۔ وہ خلاف معمول بار بار اندر تشریف لے جاتے تھے۔ کسی بے تکلف خادم نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ جس بیٹے کی شادی کا انتظام ہو رہا ہے۔ اللہ کی طرف سے مجھے اس کی موت کی اطلاع مل چکی ہے۔ اس کا کفن سینے اندر جاتا ہوں۔ یہ ہے۔ راضی بقضائے الٰہی ہونا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو اللہ کی طرف بالشت برابر آتا ہے۔ اللہ اُس کی طرف ہاتھ برابر آتا ہے۔ جو ہاتھ برابر آتا ہے۔ اللہ اُس کی طرف باعؔ برابر آتا ہے جو چل کر

ع دونوں ہاتھ کندھوں کی طرف پھیلائے

آتا ہے۔ اللہ اُس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ کوئی اس کی طرف جھکے سہی۔ وہ اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہے۔

میری معروضات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ والا مقام جنت کی نعمتوں سے بُلندتر چیز ہے۔ اور اللہ والوں کی صحبت میں اس کو حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ عقیدت، ادب اور اطاعت سے ان کے قلب سے تعلق قائم رکھے۔ میں نے ان گنہگار آنکھوں سے یہی دیکھا ہے۔ جو اس طرح اللہ والوں کی صحبت میں رہے۔ تو وہ جھولیاں بھر کر لے گئے۔ جنہوں کی عقیدت، ادب اور اطاعت میں فرق آگیا۔ وہ محروم ہی رہے ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس بُلند مقام کو پیش نظر رکھنے اور اس کی طرف قدم اٹھانے کی

توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ر مارچ ۱۹۵۷ء

۱۔ شرائط شیخ - ۲۔ طریقہ اخذ فیض

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ حلقہ ذکر دراصل ان احباب کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے مجھ سے بیعت کر رکھی ہے۔ ان کی اصلاح حال کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج میں مختصراً دو چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ۔ سورۃ الذاریات
ترجمہ۔ اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا۔

رکوع ۳۔ پارہ ۲۷

اس اعلان خداوندی کی وجہ سے اس جہان میں

ہر کھری چیز کے ساتھ کھوٹی موجود ہے۔ اصل کے مقابلے میں نقل۔ نور کے مقابلے میں ظلمت۔ حق کے مقابلے میں باطل موجود ہے۔ تصوف کے بھیس میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ آج میں اصلی صوفی کی پہچان کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ کھرے شیخ کے لئے پہلی شرط ہے۔ کہ وہ توحید کا شیدائی اور شرک سے بیزار ہو۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی پیغام دیا۔

اُعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوا بِہٖ شَیْئًا۔ ترجمہ۔ اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔

قرآن مجید کی تعلیم کے بغیر نہ شرک کا پتہ چلتا ہے۔ اور نہ توحید خالص کا نور سینے میں آسکتا ہے۔ حضرت دین پوری رحؒ خود مکمل عالم نہ تھے لیکن صبح کو قرآن مجید اور شام کو بخاری شریف کا درس دینے کے لئے حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ

کو رکھا ہوا تھا۔ تا کہ جماعت کو توحید اور شرک سنت اور بدعت میں تمیز ہو جائے۔ جس کے سینے میں نور توحید نہیں وہ صحیح معنوں میں شیخ بننے کا اہل نہیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے۔ کہ وہ متبع سنت ہو۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورہ آل عمران رکوع ۲۴ پارہ ۳)	ترجمہ۔ اُن سے فرما دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو تا کہ تم سے اللہ محبت کرے

۳۔ تیسری شرط یہ ہے۔ کہ اس میں اِنْقِطَاع عَنِ الْخَلْقِ اور اِحْتِيَاج اِلَى اللہ کا جذبہ نظر آئے۔ یہ تمام انبیاءؑ کا متفقہ مسلک ہے۔ سورۃ الشعرا اٹھا کر دیکھئے۔ ہر نبی کی زبان مبارک سے اللہ تعالےٰ نے یہ اعلان کروایا ہے

وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	ترجمہ۔ اور میں تم سے اس (اشاعت دین) پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری

مزدوری تو بس رب العالمین
کے ذمہ ہے۔

فارسی میں کسی نے کہا ہے ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

جس شخص میں یہ شرائط نہ پائی جائیں وہ صحیح معنوں میں دوسروں کی تربیت نہیں کرسکتا۔ شیخ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللہ کا جذبہ ہونا ضروری ہے۔ اس قسم کے حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
(سورۃ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸)

ترجمہ۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہو)

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ اس قسم کے حضرات کو پتہ ہی
نہیں ہوتا۔ کہ ان کا رزق کب آئے گا۔ دن کو آئیگا
یا رات کو۔ کسی عورت کے ذریعہ آئے گا یا مرد کے
ذریعہ۔ کوئی ہاتھ میں دے جائیگا یا لفافہ میں بند کرکے
اللہ تعالیٰ باقی سب کو مِنْ حَیْثُ یَحْتَسِبُ رزق دیتے
ہیں۔ ملازم پیشہ حضرات کو پتہ ہے۔ کہ مہینہ بھر ملازمت
کرنے کے بعد ہم کو اللہ تعالےٰ اس ذریعہ سے رزق
دے گا۔ دوکاندار کو پتہ ہے۔ کہ دُکان میں جو پانچ
یا دس ہزار کا مال ڈال رکھا ہے۔ اس سے مجھے اللہ
(تعالیٰ) رزق دے گا۔ زمیندار کو امید ہوتی ہے۔ کہ
اس کو اللہ تعالےٰ زمین سے رزق دے گا۔ یہ ہے
مِنْ حَیْثُ یَحْتَسِبُ۔ مسلک نبوت پر کام کرنے
والوں کو مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ رزق دیتے ہیں
صحیح معنوں میں وہی رہنمائی کر سکتا ہے۔ جس کو
اللہ تعالےٰ اپنی ذات کے ساتھ وابستہ کرلیں۔

میں جتنا اولیاء کرام کا ادب کرتا ہوں۔ بہت کم
لوگ ان کا ادب کرتے ہیں۔ میں قسم کھا کر کہا کرتا

ہوں۔ کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے۔ اور میدان محشر میں بھی۔ موتی اس لئے کہتا ہوں۔ کہ دنیاداروں کی نظر میں ان سے زیادہ قیمتی چیز نہیں۔ ورنہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے جو کچھ ملتا ہے اس کے مقابلہ میں موتیوں کی کوئی وقعت نہیں۔ اس عقیدت کے باوجود میں سمجھتا ہوں۔ کہ گدی نشین عموماً شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان میں اکثر کتاب و سنت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ قوالی ہو رہی ہے۔ نماز کے لئے بہت کم اُٹھ کر جاتے ہیں۔ ہم اللہ تعالٰے کے بندے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ ہم اس کا اتباع کریں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ سے گزار کر ہم کو دربار الہٰی میں پہنچا دے۔ میں کہا کرتا ہوں۔ کہ صوفی آسمان پر بھی اُڑتا ہوا آئے۔ اگر اس کا عمل کتاب و

سنت کے خلاف ہے۔ تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ اہل علم بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہے۔ کہ شیطان بھی آسمان پر اُڑ کر جاتے ہیں۔ ملائکہ عظام کی طرف سے ان پر بمباری ہوتی ہے۔ یہ جو ستارے ٹوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ ان پر بمباری ہوتی ہے یہی رُجُومًا لِّلشَّیٰطِیْن ہے۔ (شیطانوں پر سنگ باری)

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ فضائے آسمان میں ایک نورانی تخت بچھایا گیا اور اس پر ایک نورانی شکل جلوہ افروز ہوئی۔ جس نے مجھے آواز دی۔ کہ اے عبدالقادر ہم نے تمہیں نمازیں معاف کر دیں۔ حضرت شیخ رحہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اخسا یا لعین (اے لعین ذلیل ہو) میرا یہ کہنا تھا۔ کہ نہ تخت رہا۔ اور نہ تخت نشین اس میں سے آواز آئی۔ کہ اے عبدالقادرؒ تو اپنے

علم کے زور سے بچ گیا۔ ورنہ میں نے اس مقام پر اتنے اولیاء کو گمراہ کیا ہے۔ کوئی جاہل پیر ہوتا۔ تو اپنے مریدوں سے کہتا۔ کہ آج اللہ تعالےٰ نے مجھے نمازیں معاف فرما دی ہیں۔ جو میری بیعت کرے گا۔ اس کو بھی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں جب سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خلفائے راشدین اور باقی صحابہ کرام کو نمازیں معاف نہ ہوئیں۔ تو اور کس کو معاف ہوسکتی ہیں

طریقۂ اخذ فیض

فیض کیا چیز ہے؟ شیخ کامل کے عکس کو فیض کہتے ہیں۔ اور یہ خود بخود پڑتا ہے۔ بشرطیکہ کامل سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت ہو۔ گھوٹ یا گھول کر کوئی نہیں پلاتا۔ میری بیعت کے بعد حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک زندہ رہے میں نے ان کی تقریر کبھی نہیں سنی۔ لیکن دل رابطہ رہبیت کے ماتحت وہ خاموشی میں سب کچھ دے جاتے تھے

مثلاً اگر کامل میں انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللہ اور ضبط نفس درجہ کمال ہو۔ تو یہی چیزیں طالب میں پیدا ہوجاتی ہیں۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تیس بتیس سال تک ایک شخص مقدمہ بازی کرتا رہا۔ ساری جماعت اس کو مخالف کے نام سے یاد کرتی تھی۔ لیکن حضرتؒ ہمسایہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حج کے لئے جانے لگے۔ تو خود اس کے پاس چل کر گئے۔ اور اس سے معافی مانگی

تحدیث نعمت کے طور پر اپنا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ جب میں نے مدرسہ قاسم العلوم بنایا تو غیر تو پہلے ہی خلاف تھے۔ اپنے بھی خلاف ہوگئے۔ اخبارات میں میرے خلاف مضامین شائع کئے گئے۔ خبریں شائع کرائیں اور اپنے مواد بہم پہنچائے اندھوں کے سکول میں جلسے کئے گئے۔ غازی خدا بخش صاحب غصے میں بھرے ہوئے ایک دن میرے پاس آئے کہ آپ ہمیں اجازت کیوں نہیں دیتے۔ کہ ہم جواب دیں۔ ہمارے پاس بھی قلم ہے۔ ہم

بھی لکھ سکتے ہیں۔ اور ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں نے ان کو اچھے طریق سے ٹھنڈا کرکے بھیج دیا۔ میرے خلاف یہاں تک بہتان طرازی کی گئی۔ کہ میں نے یہ مدرسہ عورتوں کے رکھنے کے لئے بنایا ہے میرے سامنے اللہ کا یہ اعلان تھا۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنَ (سورۃ القلم۔ رکوع ۱ پ ۲۹)

ترجمہ۔ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے۔ اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں کون دیوانہ ہے

بعض دوستوں نے وکیلوں سے بھی مشورہ کیا تاکہ اُن کے خلاف ہتک عزت کا دعوئے دائر کیا جائے وکیلوں نے کہا کہ احمد علی دعویٰ کر سکتا ہے۔ مولوی کریم بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے۔ وہ مخلص تھے۔ مگر مخالفین کے بہکاوے میں آکر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن میرے بڑے بیٹے مولوی حبیب اللہ سے ملے اور کہنے لگے تیرے باپ میں ایک خوبی دیکھی ہے۔

کہ اس نے مخالفین کے حق میں ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالا ۔ مدرسہ قاسم العلوم کے مقابلہ میں مدرسہ بھی بنایا گیا ۔ انجمن خدام الدین کے مقابلے میں انجمن بنی ۔ لیکن نہ مدرسہ رہا اور نہ انجمن رہی یہ حضرت دین پوریؒ کا عکس آیا ہوا ہے ۔ ان کے وصال کے بعد میں نے دین پور شریف آنا جانا کم کر دیا تو ان کے صاحبزادے میاں عبدالہادی صاحب نے اس کے متعلق مجھے لکھا ۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ایک تو ان سے کچھ لینے کی طمع تھی ۔ دوسرے ان کے ملال کا ڈر تھا ۔ اب دونوں چیزیں نہیں رہیں ۔ اس لئے آنا جانا کم کر دیا ہے ۔

عقیدت ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے ۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے ۔ اور تعلق ٹوٹ جائے ۔ تو فیض بند ہو جاتا ہے ۔ شیخ کامل بددعا نہیں کرتے ۔ ان کی طبیعت میں ملال کا آنا ہی بددعا ہے ۔ جو ان کی بے ادبی کرتے ہیں ۔ ان کی دنیوی حالت بھی خراب ہو جاتی ہے ۔ یا تو کامل سے تعلق پیدا نہ

مجلس ذکر حضرت شیخ ۔ شیخ [illegible]

کرے۔ اگر کرے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کو نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلاغ

یکم شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۲ر مئی ۱۹۵۷ء

امراض روحانی سے شفا اہل اللہ سے تربیت کرانے سے حاصل ہوتی ہے

انسان کے اندر بعض روحانی بیماریاں ہیں۔ ان کا ذکر قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں آتا ہے۔ یہ اللہ اللہ کرنے کا تعلق ان امراض سے شفا پانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہ روحانی بیماریاں ایسی مہلک ہیں۔ کہ اگر ان سے یہاں شفا نہ ہوئی۔ تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ اور ممکن ہے۔ کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے بھی

دھکے دے کر ہٹا دیا جائے۔ عوام اور انگریزی دان طبقہ کو تو جانے دیجئے۔ علمائے کرام ان سے عبور تو کر جاتے ہیں۔ مگر ان سے اکثر وہ بھی شفایاب نہیں ہوتے۔

ان امراض روحانی میں سے ایک بیماری حسد کی ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس لئے حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

کیا اس حدیث کے پڑھنے یا سننے سے حسد نکل

جاتا ہے؟ ہرگز نہیں - حسد کے معنی یہ ہے - کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے دوسرے کو دے رکھی ہے وہ اس سے چھن جائے - اور مجھے مل جائے - یہ حرام ہے - حسد کے مقابلہ میں غبطہ ہے - اس کا فارسی ترجمہ رشک ہے - اور پنجابی میں اسے ریس کہتے ہیں - یہ جائز ہے - اس کے معنے یہ ہے - کہ اے اللہ تو نے فلاں نعمت جو فلاں شخص کو دے رکھی ہے - اس کی بحال رہے - تیرے خزانے میں کیا کمی ہے - مجھے بھی عطا فرما دے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صحابہ کرام وہبًا امراض روحانی سے شفایاب ہو جاتے تھے آپ کا عکس پڑا اور تمام امراض روحانی نکل جاتے تھے - اب کسبًا ان سے شفا حاصل کرنی پڑتی ہے - میں مثال کے طور پر عرض کیا کرتا ہوں - کہ صحابہ کرام کو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے نہ صَرف کی ضرورت تھی - اور نہ نحو کی - لیکن ہمیں دونوں کی ضرورت ہے - کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن

سکتا۔ جب تک ان دونوں علوم کو نہ پڑھے۔

یہ تو تمہید تھی۔ آج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بعض کتابوں میں آپؐ کی ایک دُعا آتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا۔

ترجمہ۔ اے اللہ مجھے اپنی نظر میں چھوٹا (ذلیل) اور دوسروں کی نظر میں بڑا (معزز) بنا دے

یہ تو آپؐ کی دُعا ہے۔ اس کا رنگ بھی ملاحظہ ہو۔

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہ بڑھانا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریمؑ کو بڑھایا۔ پس سوائے اس

کے نہیں کہ میں اللہ
کا بندہ ہوں۔ پس کہو
اللہ کا بندہ اور اس
کا رسول)

ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ آپ جیسا نہ آسمان پر کوئی فرشتہ ہے۔ اور نہ زمین پر کوئی انسان۔ یہی رنگ آپؐ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام میں نظر آتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو عمرؓ ہوتے۔ لیکن ان کی اپنی حالت یہ ہے۔ کہ حضرت حذیفہؓ سے جن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ راز کی باتیں ہوتی تھیں۔ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ میں اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ جس کا ذکر

مشکوٰۃ شریف میں باب البکاء والخوف کی اس روایت میں آتا ہے۔

ابی بردہؓ بن ابی موسیٰؓ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تم جانتے ہو۔ میرے باپ نے تمہارے باپ سے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ عبداللہؓ نے کہا۔ میرے باپ نے تمہارے باپ سے کہا تھا۔ اے ابو موسیٰؓ کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے۔ کہ ہمارا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا۔ اور ہماری ہجرت آپ کے ساتھ تھی۔ اور ہمارا جہاد آپ کے ساتھ تھا۔ اور ہمارے سارے اعمال آپ کے ساتھ تھے جو ہمارے لئے مال غنیمت کی طرح ہیں۔ (یعنی ثابت و برقرار) اور آپ کے بعد جو عمل ہم نے کئے ہیں۔ ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ تو ہمارے لئے کافی ہے۔ تمہارے باپ نے یہ سن کر میرے باپ سے کہا نہیں یوں نہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

کے بعد ہم نے جہاد کیا۔ ہم نے نماز پڑھی۔ ہم نے روزے رکھے۔ اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کئے۔ اور ہمارے ہاتھوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اور امید ہے۔ کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا۔" میرے باپ نے یہ سن کر کہا۔ لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے۔ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ کے ساتھ کئے ہیں۔ وہی ثابت و برقرار رہیں۔ اور جو ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں۔ ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ میں نے یہ سُن کر کہا کہ تمہارے باپ خدا کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے۔ (بخاری)

یہی کمال ہے۔ کہ انسان سب کچھ ہو اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کردے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کردے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات

میں فرماتے ہیں۔ کہ انسان ہر کافر فرنگ۔ ملحد اور زندیق کو۔اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھے۔

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں۔ اور یہ اُن کا حال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا۔ جو دین کو زندہ کرے گا۔ مجدد صاحبؒ کو جہانگیر نے دربار میں طلب کیا۔ تشریف لائے تو دربار کے جو آداب تھے۔ وہ بجا نہ لائے۔ یعنی سر جھکا کر کورنش نہ بجا لائے۔ بادشاہ نے اصرار کیا۔ لیکن آپؒ نے صاف انکار کر دیا۔اس سے بادشاہ جُھک گیا۔ کہ اچھا بادشاہ کی نشست کے نیچے سے ہی گزر جایئے۔ یہ بھی نہ مانے۔ گوالیار کے قلعہ میں قید ہونا منظور فرمایا۔ لیکن بادشاہ کے سامنے سر نہ جھکایا۔ ادھر تو یہ حالت ہے۔ کہ بادشاہ کے سامنے بھی نہ جُھکے ادھر ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے آپ سے بدرجہا بہتر سمجھتے ہیں۔

شیخ کامل اور طالب صادق ہو۔ تو انسان کی ہستی

فنا ہو جاتی ہے - پھر اس کی نظر اپنے کمالات پر نہیں پڑتی - بلکہ وہ اپنی کمزوریوں کو دیکھتا ہے۔ پھر یہ سمجھتا ہے - کہ میں تو ایسا پلید ہوں جو میرے ساتھ لگ جاتا ہے - وہ بھی پلید ہو جاتا ہے مُرغ - سبزی - پھل - اناج - دودھ وغیرہ یہ سب چیزیں پاک ہیں - میں نے ان کو کھا کر پاخانہ بنا دیا - ان کے اندر بدبو میری وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کامل کی صحبت نصیب ہو جائے - تو فاضل اجل بھی سمجھنے لگتا ہے - کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں کامل طبیعت کا رُخ پھیر دیتا ہے - پھر انسان سمجھتا ہے - کہ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے - کہ نجات ہو جائے - ورنہ تو تو اتنا خبیث ہے۔ کہ خدا کا رزق برباد کرنے کے سوا تیرا کوئی کام نہیں۔

کتابیں پڑھنے سے امراض روحانی سے شفا نہیں ہوتی اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے ؏

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

اللہ تعالےٰ چاہیں تو سب کو کلمہ کن سے اولیاء اللہ بنادیں۔ چنانچہ اُس نے ملائکہ عظام کو ولی اللہ بنا رکھا ہے۔ ان کی تعداد انسانوں سے کئی گنا ہے ایک مد کے فرشتے کراماً کاتبین انسانوں سے چارگنا ہیں۔ وہ ہر انسان کے ساتھ چار ہیں۔ دو دن کے دو رات کے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انسان کو صحبت سے متاثر ہونے والا بنایا ہے۔ کسی کامل سے تربیت کرائے تو پھر انسان اپنے عیوب کو دیکھتا ہے۔ خوبیوں کو نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالےٰ تو کافر فرنگ کے متعلق فرمائیں۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَہ۔ لیکن مجدد صاحبؒ اس کو بھی اپنے سے اچھا جانتے ہیں۔ ان کو اس کی خوبیاں اور اپنے عیب نظر آتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ	ترجمہ۔ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق الاية (سورۃ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸)	رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے

تعلیم کتاب اور چیز ہے۔ اور تزکیۂ نفس اور چیز ہے۔ تزکیہ کی برکت سے انسان کے اندر سے امراض روحانی نکل جاتے ہیں۔ اگر اس کے اندر صلاحیت ہو۔ تو یہ صحبت سے متاثر ہوتا ہے۔ کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنہیں عقیدت تھی جو ادب اور طاعت کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی صدیق رضؓ کوئی فاروق رضؓ بن گیا۔ جو ان چیزوں سے محروم رہے۔ وہ مسجد نبوی میں آپؐ کے مقتدی بن کر بھی جہنم کا ایندھن بنے۔ جیسے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے

شفایاب ہو کر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

۸ر شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۹ر مئی ۱۹۵۷ء

شرعی نقطہ نگاہ سے پہلوان کون ہے اور دولتمند کون

مجالس ذکر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے۔ جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے۔ جو ذکر الٰہی کرتے ہیں پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو

پا لیتے ہیں۔ تو اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ۔ پس وہ فرشتے اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور آسمان دنیا تک پھیل جاتے ہیں۔ ان کا پروردگار ان سے پوچھتا ہے۔ کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے۔ کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں یا الہ العالمین وہ تیری پاکی بیان کر رہے تھے تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ تیری تعریف کر رہے تھے۔ اور عظمت کے ساتھ تجھ کو یاد کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ قسم ہے خدا کی انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ تجھ کو دیکھ لیتے تو تیری بہت

زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ تیری بزرگی
اور پاکی بیان کرتے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں
کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے
ہیں۔ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے
ہیں۔ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض
کرتے ہیں۔ کہ نہیں خدا کی قسم اُنہوں نے جنت
کو نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اگر
وہ جنت کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا
فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ جنت کو دیکھ
لیتے تو جنت کی خواہش طلب اور اس کی رغبت
ان میں بہت بڑھ جاتی پھر اللہ تعالےٰ پوچھتے
ہیں۔ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض
کرتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے
ہیں۔ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض
کرتے ہیں۔ نہیں۔ خدا کی قسم اے پروردگار اُس
کو انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں
اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا

فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وہ اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ان لوگوں میں ایک ایسا بھی شخص تھا جو ان میں شامل نہ تھا۔ راہ چلتا کھڑا ہوگیا تھا اللہ تعالٰے فرماتے ہیں۔ کہ ذکر کرنے والے ایسے بیٹھنے والے ہیں۔ کہ اُن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رکھا جاتا۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالٰے تو چاہتے ہیں۔ کہ اس کے سارے بندے نیکی کی توفیق پائیں اور نیکی کرکے جنت کے وارث بن جائیں۔ نیکی کی توفیق اللہ تعالٰے کا فضل ہے۔ اس کے لئے ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ لیکن اکثریت کو یہ توفیق نہیں ہوتی۔ جس طرح ماں تو یہ چاہتی ہے۔ کہ اس کی ساری اولاد اس کے پاس بیٹھ کر دونوں وقت کھانا کھائے۔

لیکن اس کا ایک لڑکا دق میں مبتلا ہے۔ وہ سب کے ساتھ شامل ہو کر کھانا کھانے کے قابل ہی نہیں۔ تو ماں بیچاری کیا کرے۔ اسی طرح اکثر لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کو نیکی کی توفیق عطا کی جائے۔ مثلاً ایک شخص کی خوراک اور لباس میں حرام ملا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتے۔ کہ وہ اس کے دروازہ پر آئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا

(رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ پاک ہے نہیں قبول فرماتا۔ مگر پاک چیز کو۔

ایک شخص غلاظت میں ملوث ہو۔ تو آپ اس کو قریب نہیں آنے دیتے۔ دُور ہٹا دیتے ہیں۔ اگر اس کے جسم اور کپڑوں پر غلاظت کے انبار لگے ہوئے ہیں

کوڑ در کوڑ اور تو بر تو اس پر غلاظت چڑھی ہوئی ہو۔ تو اس کو آپ اور دور ہٹائیں گے۔ آپ کا ایک چھوٹا سا بچہ ہو۔ اس کے ہاتھ غلاظت میں بھرے ہوئے ہوں۔ وہ اگر آپ کی چائے یا دودھ کی پیالی کو ہاتھ لگانا چاہے تو آپ نہیں لگانے دیں گے۔ یا اس کو دُور ہٹا دیں گے یا پیالی اُٹھا کر خود اس سے دُور چلے جائیں گے۔ منی کے قطرہ سے پیدا ہونے والے اے انسان اگر تجھ میں اتنی نزاکت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جو نازکوں کا خالق ہے کیا اس کو جنّت کے لئے گندے بندے چاہئیں حرام کھا کر جس کے جسم سے بو آتی ہو۔ اللہ تعالےٰ اس کو اپنے دروازہ پر کیسے آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خوش نصیب ہیں۔ جو دروازۂ الٰہی پر آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس قابل بنائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ اس قسم کی مجالس کہاں ملتی ہیں۔ یہ مجلس اصلاح حال کے لئے ہے۔

یہ تو تمہید تھی۔ اب میں اصل چیز اس مجلس

کے مناسب حال عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ظاہر کی صفائی اور چیز ہے۔ باطن کی صفائی اور چیز ہے ظاہر کی صفائی آسان ہے۔ اور باطن کی مشکل۔ جو احباب ہمیشہ آتے ہیں۔ اُن کو پتہ ہے۔ کہ انسان کے اندر کیا کیا بیماریاں ہیں۔ انگریز یہ سکھلا گیا ہے۔ کہ روز نہاؤ۔ بوٹ روزانہ پالش کیا جائے کنگھی روزانہ کئی بار کی جائے۔ اس کی پرواہ نہیں اندر پاک ہو یا نہ ہو۔ جو امراض روحانی سے شفا پانے کے متمنی ہیں۔ یہ مجلس ان کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔ جس امراض جسمانی کے لئے معالج ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور حکیم ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض اللہ تعالےٰ کے بندے امراض روحانی کے معالج ہوتے ہیں۔ اس فن کے حاصل کرنے کے لئے عمریں صرف کرنی پڑتی ہیں۔ ان حضرات کو صوفیائے عظام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (سورۃ الذٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷)

ترجمہ۔ اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے۔

اس ارشاد باری تعالےٰ کے ماتحت ہر اصل کے مقابلہ میں نقل - ہر کھرے کے مقابلہ میں کھوٹا۔ حق کے مقابلہ میں باطل توحید کے مقابلہ میں کفر موجود ہے - صوفیائے عظام میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ انسان وہ اچھا ہے۔ جس کا دل اچھا ہے۔ ایک شخص بظاہر کتنا ہی اچھا ہو اگر اندر کوئی مہلک بیماری ہے۔ تو اس کو کوئی اچھا نہیں سمجھے گا۔ لڑکی بظاہر خوبصورت ہو اور والدین بھی امیر ہوں۔ کافی سے زیادہ جہیز ملنے کی امید ہو۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے۔ کہ وہ دق کی مریضہ ہے۔ تو کوئی بھی اُس کو بہو بنا کر گھر میں لانے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ اسی طرح لڑکا بظاہر خواہ کتنا ہی اچھا ہو۔ لیکن اگر وہ دق کا مریض ہے۔ تو کوئی اُس کو داماد بنانے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ اے انسان اگر منی کے قطرہ سے پیدا ہو کر تیرے اندر اتنی نازک مزاجی ہے۔ تو کیا اللہ تعالےٰ کے اندر اتنی نزاکت نہیں

ہے۔ کہ وہ جنت میں گنڈاسے انسانوں کو داخل کردے گا۔

غصہ بھی ایک روحانی بیماری ہے۔ بعض لوگ زود رنج مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ اور جھٹ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے۔ جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے

غصے کی اصلاح ہادی کر دیتا ہے۔ ہادی کی صحبت میں انسان اس طرح ہو جاتا ہے۔ کہ منہ سے کسی کے خلاف دل آزاری کا کوئی لفظ نہ نکلنے پائے اور نہ ہاتھ کسی کے خلاف اُٹھے۔ آج کل ہی بستی

ہے۔ قرآن مجید میں بہشتیوں کی صفات میں سے ایک صفت کظم غیظ ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ ترجمہ۔ اور غصے کو پی جانے والے)

(سورہ ال عمران رکوع ۱۴ پ ۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کی مراد کے شارح ہیں۔ اس لئے آپؐ کے ارشاد کا بھی وہی مطلب ہے۔ جو اللہ تعالے کے فرمان کا ہے۔ عام طور پر آپ انسانوں کو دیکھیں گے۔ کہ غصہ میں قابو میں نہیں رہتے۔ بعض کا تو دماغ مختل ہو جاتا ہے۔ حتٰی کہ غُصّہ میں بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر علمائے کرام سے اپنی مرضی کے مطابق فتوے حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔

یہ باطن کی بیماری ہے۔ ہادی اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ لیکن ہادی ملنے مشکل ہیں۔ اور مضل ملنے آسان۔ میں چالیس سال سے لاہور میں رہتا ہوں۔ یہاں ایک بھی ہادی نہیں۔ کیونکہ تمہیں اُس

کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالٰے کو کیا پڑی ہے کہ
وہ اُن کو تمہارے پاس بھجوا کر اُن کی توہین
کرائے۔ تاجر اپنا مال وہاں لے جاتا ہے جہاں
اس کی مانگ ہوتی ہے۔ کیا کبھی یہ بھی دیکھا
کہ دیہات میں جوہری زیورات لے کر گیا ہو۔
وہاں تو گاجر مولی جاتے ہیں۔ نقلی ہادی تو
بڑے ملیں گے۔ پنجاب میں عام طور پر مشہور ہے
کہ پیر ضرور ہونا چاہئے۔ خواہ شیطان ہی کیوں
نہ ہو۔

اس آئینہ میں منہ دیکھئے۔ بہشتیوں کی یہ صفت
نہیں کہ غصہ آنے نہ پائے۔ بلکہ وہ اس صفت
سے متصف ہوتے ہیں۔ کہ غصہ آئے اور اس
کو پی جائیں۔ اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو اس
صفت سے متصف بنائے۔ ایک دو روز ہادی کی
صحبت میں رہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مدت مدید
تک صحبت میں رہنے سے کامل کا عکس آتا ہے
اسی کو فیض کہتے ہیں۔ کامل نگرانی بھی کرتا ہے

اور کچھ ریاضت بھی کرواتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔

دنیا دار کو جب کسی کے خلاف غصہ آجائے۔ تو اس کو ذلیل اور بدنام کرتا ہے۔ اس طرح اس کا نامۂ اعمال میلا ہوتا جاتا ہے۔ اللہ والوں کے پاس اس کا علاج ہے۔ ان گنہگار آنکھوں نے علاج شدہ دیکھے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ (سورۃ الشوریٰ رکوع ۴ پارہ ۲۵)

ترجمہ۔ اور تم پر جو مصیبت آتی ہے۔ وہ تمہارے ہی کاموں سے آتی ہے۔ اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

ہادی طبیعت کا رُخ پھرا دیتا ہے۔ پھر انسان پیچھے مُڑ کر دیکھتا ہے۔ تو سمجھ آجاتی کہ یہ میرے ہی گناہ کی تصویر ہے۔ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میں ان دنوں دہلی میں رہتا تھا۔ میرا بڑا

لڑکا مولوی حبیب اللہ ان دنوں سودا لانے کے
قابل نہ تھا۔ ایک دن میری بیوی نے کہا۔ کہ
بازار سے سودا لادیجئے۔ اس سے پہلے دل میں
ایک شیطانی خیال آیا۔ خدا کے فضل سے میں
نے اس کو رد کردیا۔ اس کے بعد مَیں بازار میں
سودا لینے چلا گیا۔ جس دوکان پر میں نے سودا
لینا تھا۔ اس پر بہت بھیڑ تھی۔ میں ایک طرف
کھڑا ہوگیا۔ کہ ذرا بھیڑ کم ہو۔ تو سودا لے
کر گھر جاؤں۔ ایک کُتا آیا اور اُس نے میری
پنڈلی پر "پک" (پنجابی) مارا میں نے مُڑکر دیکھا
تو چھوڑ کر ایک طرف جا بیٹھا۔ اور بھی لوگ
وہاں کھڑے تھے۔ کُتے نے صرف مجھے ہی کاٹنے
کی کوشش کیوں کی مجھے اللہ تعالےٰ نے اِس
وقت یہ سمجھایا۔ کہ یہ تیرے اس خیال فاسد
کی تصویر ہے۔

هٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ (سورہ یوسف رکوع ۱۱ پ ۱۳) ترجمہ۔ میرے اس سے قبل والے خواب کی یہ تاویل ہے

خیال دل میں آیا اس کی تصویر کُتّے کی شکل میں آئی۔ چونکہ میں نے اس خیال فاسد کو اللہ (تعالیٰ) کے فضل سے رد کر دیا تھا۔ اس لئے کُتّے نے مجھے کاٹا نہیں۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ ہر تکلیف انسان کے اپنے گناہ کی تصویر ہوتی ہے۔ فارسی میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از حکم داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اگر یہ باتیں حال بن جائیں۔ تو پھر انسان غصہ نہ کرے گا۔ اس طرح غصہ آہستہ آہستہ فناہ ہوتا جائے گا۔

عقیدت۔ ادب۔ اطاعت سے فیض آتا ہے۔ یہ ایک نسخہ ہے۔ جس کو عام انسان نہیں سمجھتے میں سمجھ سے عرض کر رہا ہوں۔ یہ ایک چیز تھی جو میں نے عرض کرنی تھی۔

ایک دوسری چیز بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (متفق علیہ)	ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنا ساز و سامان کی زیادتی پر نہیں ہے۔ بلکہ غنا دل کی دولتمندی سے ہے)

مَیں کہا کرتا ہوں۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے۔ تو یہ آسودہ حال ہو جاتا ہے اگر اللہ تعالےٰ سے تعلق نہ ہو۔ تو پھر یہ چائے کا سیٹ۔ کوٹھی۔ موٹر میں غرق رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام آئے تو حرص عمر جاتی ہے۔ دُنیا دار کو حرص خراب کرتی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ٥ (سورہ ق رکوع ۳ پارہ ۲۶)	ترجمہ۔ جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر چکی۔ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا پاؤں رکھ دینگے تو وہ کہے گی۔ بس۔ بس تیری عزت اور تیری بخشش کی قسم میں بھر گئی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انسان کا پیٹ بھی چھوٹا سا دوزخ ہے۔ جو اور اور کی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالٰے کا نام آ جائے۔ تو پیٹ کا دوزخ بھر جاتا ہے۔ پھر انسان یہ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کہ خدا جانے جو کچھ اب موجود ہے۔ اس کے ختم ہونے سے پہلے ہی موت آجائے۔ حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ مومن کو ایک نور عطا ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے اس کی تین علامتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ ترجمہ۔ اس دھوکہ کے گھر سے دل کا اچاٹ ہو جانا۔

۲۔ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ ترجمہ۔ اور ہمیشگی کے گھر کی طرف توجہ کا کھنچ جانا۔

۳۔ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ ترجمہ۔ اور موت سے

پہلے اس کے لئے تیاری کرنا)

اگر اس لائن پر انسان نہ چلے تو دوسری لائن پر چلے گا۔ جس میں یہ خواہش ہوگی۔ کہ جو چیز ہو وہ اچھی ہو۔ اور زیادہ بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دل کا غنی بنائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اگر انسان کی حرص مرجائے۔ تو اس کو اللہ تعالےٰ جتنا زیادہ دیں اتنا ہی تھوڑا ہے۔ سازو سامان کی کثرت کا نام دُنیا نہیں۔ بلکہ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔ خدا سے غافل ہونے کا نام دُنیا ہے۔ ع

چیست دنیا از خدا غافل بودن

اگر کروڑ پتی ہر عملِ حیات میں اللہ تعالےٰ کی رضا کا خیال رکھے۔ تو وہ متقی اور پنواڑی اس کی مرضی کے خلاف کرے۔ تو وہ دنیا دار ع

گفتن و کردن فرقے دارد

ہادی کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پھر

انسان غصہ کو قابو میں رکھتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر انسان دل کا غنی ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو غصہ پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں دل کا غنی بنائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

۱۵ر شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ر مئی ۱۹۵۷ء

انسان کے سارے وجود میں

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دل پیارا ہے

ہمارا یہ اجتماع اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے امراض روحانی سے شفا پانے اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کے لئے ہوتا ہے۔ ہم اس لئے جمع ہوتے ہیں۔ کہ ہم عبدیت کا حق ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ حاصل یہ ہے۔ کہ ہماری اصلاح حال ہو

جائے - آج کی تقریر کا عنوان ہے۔

اِنسان کے سارے وجود میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دِل پیارا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ؕ

(سورۃ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹)

ترجمہ - جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی مگر جو اللہ کے پاس سالم دل لے کر آیا۔

سالم دل کا یہ مطلب ہے - کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ سمائے ، اسوا اللہ دل سے نکل جائے ۔ مطلوب ہو تو اللہ تعالیٰ مقصود ہو - تو اللہ تعالیٰ - محبوب ہو - تو اللہ تعالیٰ مال اور اولاد سے دنیا میں عزت ملتی ہے ۔ اگر ایک شخص کے بارہ بیٹے ہوں - اور پندرہ داماد تو اس کو کوئی کچھ کہہ سکتا ہے ۔ اگر کوئی کچھ کہے تو اس کی آنکھیں نہ نکال کے رکھ دیں - اللہ والوں

کے ہاں یہ نہیں ہوتا۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ۔ جہاں میں جن کے جسم غبار آلودہ ہیں اُن کو تو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ۔ تجھے کیا معلوم کہ اس گرد میں کوئی شہسوار ہو۔ (یعنی اللہ کے نزدیک وہ نہ معلوم کتنا معزز ہو۔ اور تم اُسے حقیر سمجھ کر اللہ کو ناراض کر بیٹھو۔

اللہ والوں کی پسندیدگی کے اسباب اور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مذکورہ بالا آیت میں دل ہی کا نام لیا ہے۔ نہ ہاتھوں نہ پاؤں نہ آنکھوں اور نہ کانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے اللہ والوں کی صفات کا ذکر فرماتے ہوئے دل ہی کا ذکر فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

ترجمہ۔ اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں۔ اور اُن کے

أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ (سورۂ المومنون رکوع ۴ پارہ ۱۸)

دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اُن کو ڈر اس بات کا ہے۔ کہ خدا جانے ثواب ملتا ہے۔ یا عذاب ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ بھی دل کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهٖٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْإِيمَانِ الآیہ (سورۃ النحل رکوع ۱۴ پارہ ۱۴)

ترجمہ۔ جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ سے منکر ہوا مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو۔ اور اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

دل میں اگر ایمان ہو۔ اور کسی مجبوری کی وجہ سے بظاہر کلمہ کفر کو بھی زبان سے کہلوایا جائے تو ایسا شخص اللہ تعالےٰ کو پیارا ہے۔ دین کے دشمن بظاہر کلمۂ کفر تو زبان سے کہلوا سکتے ہیں مگر دل نہیں نکال سکتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی مراد

کے شارح ہیں۔ اس لئے آپؐ کے ہاں بھی سارے جسم میں دل ہی قابلِ قدر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔

ترجمہ۔ تحقیق (انسان کے) جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے۔ تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے

اس ارشاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وجود کی بھلائی یا بُرائی کا مدار دل پر رکھ رہے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں ۔ کہ دل بادشاہ ہے۔ دماغ اس کا وزیر اور اعضا اس کی فوج ہیں۔ دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔ دماغ مشورہ دیتا ہے۔ کہ یہ ٹھیک ہے یا غلط۔ اگر دماغ دل کی تائید کردے تو پھر اعضا تعمیل حکم کرتے ہیں۔ اگر ایک انسان

بظاہر کریہہ المنظر ہو۔ لیکن اگر اُس کا دل نور ایمان سے بھرپور ہے۔ تو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک کافر بظاہر خوبصورت ہے ہزارہا روپے کا لباس زیب تن ہے۔ مرصع تاج سر پر ہے۔ لیکن چونکہ اس کا دل ٹھیک نہیں ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں اُس کی کوئی قیمت نہیں۔ اللہ تعالےٰ یہود کے متعلق فرماتے ہیں۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝	ترجمہ۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا کہ وہ پتھر ہیں۔ یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں۔ جن سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں۔ جو پھٹتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو

(سورہ بقر رکوع ۹ پارہ ۱) اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض پتھروں سے متعدی فائدہ ہوتا ہے۔ اُن سے دریا اور چشمے نکلتے ہیں۔ جن سے بے شمار مخلوق کو نفع ہوتا ہے۔ بعض پتھر اگرچہ متعدی فائدہ پہنچانے کے قابل نہیں ہوتے مگر وہ خود اللہ تعالےٰ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت صرف یہود کے متعلق ہی نہیں۔ بلکہ سب انسانوں کے متعلق ہے۔ میں کہا کرتا ہوں اگر انسان کے منہ میں خوف خدا کی لگام نہ ہو۔ تو اس جیسا موذی، کمینہ اور درندہ صفت اللہ تعالیٰ نے کوئی جانور پیدا نہیں کیا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ

ترجمہ۔ اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا۔ اور اپنے نفس کو بُری خواہش سے

رکوا۔ سو بیشک اس کا ٹھکانا (سورۃ النزعٰت رکوع ۲ پارہ ۳۰)

بہشت ہی ہے۔

اللہ والے بھی یہی سکھلاتے ہیں۔ کہ سب میں رہو۔ لیکن دل خدا کے سوا کسی کو نہ دو۔ یعنی دل میں فقط رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ تا کہ جب پیغام موت آئے تو خوشی اس جہان سے رخصت ہو جاؤ ؎

دلا تو رسمِ تعلق زِ مرغ آبی جو
گرچہ غرق بہ دریا است خشک پر برخاست

کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں۔

بیوی بچے اور دنیا دوسرا ساز و سامان یہ سب کھلونے ہیں۔ جب مرنے کے بعد ان سب کو چھوڑنا ہے۔ تو پھر ان کے ساتھ دل کو کیوں وابستہ کیا جائے۔ میں جرأت اور دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ اللہ والوں کی صحبت کے بغیر رنگ نہیں چڑھتا۔ آپ میں سے ہر شخص نے کوئی

نہ کوئی فن حاصل کیا ہؤا ہے۔ اس کے لئے ہر ایک کو اس فن کے ماہر کی صحبت میں زندگی کا معتدبہ حصّہ صرف کرنا پڑا ہے۔ اوھر بھی یہی قانون ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے دل میں دنیا کی طرف سے سردمہری پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت کا میلان اللہ تعالےٰ کی طرف ہو جاتا ہے۔ آج کا یہی سبق ہے۔

اللہ والے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ ان کا مقولہ ہے۔

پاسبانِ دل شو اندر کل حال
تا نہ یابد ہیچ دزد آنجا مجال

اس شعر میں ماسوا اللہ کے خیال کو چور تبلایا گیا ہے۔ اگلے شعر میں اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں ؎

ہر خیالِ غیرِ حق را دزد داں
ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

اللہ تعالےٰ جو کچھ بھی مجھ سے کہلوا رہا ہے

دعا کیجئے۔ کہ وہ مجھے اور آپ کو ایسا بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

تاجر۔ ملازم پیشہ اور کاشت کار اگر اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ہر کام کریں۔ تو اُن کا ہر کام عبادت کے دائرہ میں آسکتا ہے۔ اگر ایک شخص اللہ کی رضا کے خلاف ایک پیسہ بھی خرچ کریگا تو وہ مسرف ہوگا۔ لیکن اس کی رضا کے مطابق لاکھ روپیہ خرچ کرنا عبادت سمجھا جائے گا۔

علیحدگی میں بیٹھ کر سوچا کیجئے کہ دل میں اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب مقصود اور محبوب ہے یا ماسوا اللہ کی۔ اللہ والوں کی اصطلاح میں اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ طبیعت کا رُخ بدل جائے گا

وما علینا الا البلاغ

۲۲ر شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۵۷ء

قبض اور بسط

ہمارا یہ اجتماع ان احباب کا ہے۔ جن کی یہ خواہش ہے۔ کہ وہ امراض روحانی سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔ جس طرح انسان امراض جسمانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اُسی طرح وہ امراض روحانی کا شکار بھی ہوتا ہے۔ امراض جسمانی کے برعکس امراض روحانی کا اس میں پتہ نہیں چل سکتا۔ روحانی امراض کا پتہ اس دنیا سے رخصتی کے بعد قبر میں جا کر لگے گا۔

وہ شخص دنیا میں بآسانی کاروبار کرسکتا ہے۔ جس کی صحت بحال ہو۔ جس کی صحت ہی بحال نہ ہو۔ وہ کام نہیں کرسکے گا۔ یہی حال امراض روحانی کا ہے۔ لیکن روحانی امراض کا احساس یہاں نہیں ہوتا۔

مرنے کے بعد ہوگا۔ کیونکہ یہ عالم ناسوت ہے۔ اور اگلا جہان عالم ملکوت ہے۔ تو گویا روحانی امراض کا احساس قبر میں جاکر ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ قبر

رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ۔	ترجمہ۔ قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ ہوتی ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتی ہے۔

اگر امراض روحانی اس دنیا میں انسان سے دور نہ ہوئیں۔ تو ان امراض کا علاج وہاں قبر میں کیا جائیگا اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے۔ کہ ہمیں اس دنیا سے ہی شفایاب ہوکر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین دنیا دار طبقے کا تو کیا ذکر دیندار طبقہ بھی ان امراض روحانی کا شکار ہوتا ہے۔ جب تک کسی طبیب روحانی سے علاج نہ کرایا جائے۔ امراض روحانی سے شفایاب ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علاج کرانے کی بھی توفیق دے۔ تاکہ مکمل

شفایاب ہو کر جائیں۔
اس مضمون کے بارے میں میری آج کی معروضات کا عنوان "قبض اور بسط" ہے "قبض" کے معنے بند ہو جانا۔ اور بسط کے معنی کھل جانا ہے۔ قبض اور بسط میں تمیز فقط ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ جو ذِکرِ الٰہی کرنے کے عادی ہوں۔ اللہ والوں کی اصطلاح میں بسط کے عام فہم معنے یہ ہے۔ کہ ذاکر جب ذکر الٰہی کرے تو روحانی لذت آئے طبیعت میں فرحت اور سرور پیدا ہو۔ قبض کے معنے یہ ہیں کہ یا تو دل ذکر الٰہی کرنا ہی نہ چاہے۔ اور اگر کرے تو لذت و فرحت حاصل نہ ہو۔ قبض اور بسط کی مثال صحت اور بیماری کی سی ہے۔ جسمانی طور پر انسان کبھی صحت مند ہوتا ہے۔ اور کبھی بیمار بلکہ عام طور پر کوئی نہ کوئی عارضہ انسان کو لاحق رہتا ہی ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں جس کی صحت ہمیشہ بحال رہے۔ جسمانی طور پر بعض اوقات زبان کا ذائقہ ٹھیک نہ ہو۔

تو لذیذ سے لذیذ غذا بھی بد مزہ معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر طبیعت ٹھیک ہو۔ تو غذا میں لذّت محسوس کرتا ہے۔ اللہ اللہ کرنے والے بھی اسی طرح کبھی قبض کا شکار ہوتے ہیں۔ اور کبھی بسط کی نعمت انہیں حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے اطبّا اور ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ اسی طرح روحانی علاج کے لئے بھی معالج ہوتے ہیں۔ مثلاً قادری۔ چشتی۔ نقشبندی۔ سہروردی وغیرہ سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی انسان واصل باللہ ہو جائے۔ سب سے دل ہٹ کر ایک اللہ تعالےٰ سے جُڑ جائے۔ جس طرح جسمانی بیماری بد پرہیزی سے بڑھتی ہے۔ اسی طرح روحانیت میں بھی بدپرہیزی اثر انداز ہوتی ہے۔ جیسے بچّے اکثر پرہیز نہیں کرتے بچوں کو زبان کا چسکا ہوتا ہے۔ جو اُن کی خرابی صحت کا موجب ہوتا ہے۔ روحانی بدپرہیزی حرام و حلال کی تمیز نہ کرنا ہے۔ جس طرح بچہ اکثر بد پرہیزی کرتا ہے۔ اور اکثر بیمار رہتا ہے

بڑا آدمی احتیاط کرتا ہے۔ اور کم بیمار ہوتا ہے اور ڈاکٹر تو بہت زیادہ احتیاط کرتے ہیں۔ اس لئے بہت کم بیمار ہوتے ہیں۔

حرام مال کھانے سے قبض ہو جاتا ہے۔ اور حلال مال کھائے تو بسط رہتا ہے۔ دنیا داروں کو حلال و حرام کی تمیز نہیں ہوتی۔ وہ سب کچھ کھا جاتے ہیں۔ چھوٹا افسر بڑے افسر کی پارٹی کرتا ہے۔ تو کیا بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر نہیں کرتا ہے؟ لیکن وہاں سب کھا جاتے ہیں۔

ذاکر کی طبیعت بہت نازک ہوتی ہے۔ ایک مشتبہ چاول کا دانہ حلق سے اُترتے ہی ذکر کی لذّت سلب ہو جاتی ہے۔ اندر کی بینائی کا اثر ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں۔ اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔ حرام مال سے روحانی قبض پیدا ہوتا ہے۔ یہ دنیا دار چٹ اندھے ہیں۔ جو

بلاتمیز سب کچھ کھا جاتے ہیں۔ ایک حدیث شریف کا مضمون ہے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ۔

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہے۔ جنت میں داخل نہ ہوگا اور ہر وہ گوشت جس نے حرام (مال) سے نشو و نما حاصل کی ہے۔ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے (احمد۔ دارمی بیہقی

آپ کو پتہ ہے۔ کہ جسمانی علاج کے لئے فیملی ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ جو تمام کنبہ کی صحت کی دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ کھانے وغیرہ کے متعلق ہی ہدایات دیتے رہتے ہیں۔ انسان یا خود بینا ہو یا کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی ہو۔ اور ایسے شخص سے تعلق ہو۔ جس سے پوچھ سکے تب جاکر روحانی

امراض سے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔

میرے مربّی (خدا اُن پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) آمین۔ حضرت دین پوریؒ اپنے طالبین کو چاولوں کا پھیکا بھاتہ جس میں نہ نمک نہ مرچ نہ گھی دیتے تھے۔ تاکہ کوئی مشتبہ چیز پیٹ میں نہ جائے۔ ہادی ہی کی برکت سے روحانی بیماریوں کا احساس اور علاج ہوسکتا ہے ہادی ہی کی صحبت میں پتہ چلتا ہے۔ کہ حسد۔ کبر وغیرہ روحانی امراض کیا ہوتے ہیں۔ ہادی کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت میں فرق نہ آنے پائے تو اللہ تعالیٰ بصیرتِ قلبی عطا فرما دیتے ہیں۔ میں بسا اوقات روحانی امراض حسد۔ کبر۔ ریا وغیرہ کی مجالس ذکر میں نشاندہی کر چکا ہوں۔ اس مجلس میں آنے کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ان تمام روحانی بیماریوں سے شفا عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

۲۹ر شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۰ر مئی ۱۹۵۷ء

گزشتہ جمعرات قبض اور بسط کا مضمون تھا۔ جس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا۔ یعنی قبض کی وجوہات کیا ہیں۔ جو لوگ ذکر الہٰی سے بالکل غافل ہیں۔ ان پر تو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا مگر وہ لوگ جو مدت سے نماز کے عادی ہوں ان کو یہ چیز پیش آئے گی کہ مثلاً مغرب کی نماز میں تو سرور حاصل ہوا تھا۔ لیکن نماز عشاء میں بالکل سرور ندارد تھا۔ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے لے کر السلام علیکم و رحمۃ اللہ تک کچھ پتہ نہیں چلا۔ آخر سرور اور بشاشت کہاں گئے وجہ اس کی یہ ہوئی کہ مغرب اور عشاءٔ کے درمیان کسی کے ہاں دعوت کھانے کے لئے گئے۔ کھانا کھا کر طبیعت میں نماز کی لذت اور کیف نہ رہا۔

قبض کی وجہ اکثر حلال و حرام میں تمیز نہ کرنا ہی ہے۔ بازار کی سب چیزیں بظاہر حلال ہیں۔ لیکن اگر مال چوری کا ہے۔ تو وہ حلال بھی باطنی طور پر حرام ہوگا۔ حرمت کی دو اقسام ہیں۔ ایک حرمت لذاتہٖ ہے۔ جیسے گدھے وغیرہ کا گوشت اور دوسری حرمۃ لغیرہٖ۔ مثلاً

بکری کا گوشت بظاہر حلال ہے۔ لیکن چوری کا ہونے کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے۔ ان چیزوں کا تب پتہ چلتا ہے کہ شیخ کامل ہو۔ اور مدت مدید طالب کی روحانی تربیت کرے میں طالب علموں سے کہا کرتا ہوں۔ کہ طالب علم ۵۰ فیصدی استاد سے استفادہ اور ۵۰ فیصدی استاد کا ادب کرے۔ تب طالب علم صحیح معنی میں مستفید ہو سکتا ہے۔ باطنی فیض اخذ کرنے کے لئے بلا مبالغہ سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ عقیدت ادب اور اطاعت میں ایک ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے۔ تو اَللّٰہُ کے پاک نام کی برکت سے باطنی بینائی حاصل ہوتی ہے۔ اور پتہ چلتا ہے۔ ہٰذا حلالٌ ۔ ہٰذا حرامٌ۔ جن کو اللہ کے نام سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کو حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اور وہ بچوں کی طرح صفائی و پاکیزگی کا خیال کئے بغیر ہی۔ سب کچھ کھا پی جاتے ہیں۔ اور انہیں کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔

الغرض باطنی بینائی بھی اللہ کے نام کی برکت سے ہے اس کے نام کی صفات اور برکات کا اندازہ ہر کسی کو نہیں ہو سکتا۔ بہرحال مشتبہ یا حرام مال کھانے سے قبض

طاری ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہے۔ کہ بعض انسانوں کو دیکھنے سے طبیعت میں فرحت اور بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض کو دیکھنے کا اثر بالکل برعکس ہوتا ہے۔ یعنی دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل مرجھا جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ کہ اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں۔ جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آجائے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ جن کو دیکھنے سے خدا بھول جاتا ہے۔ مثلاً ایک بے پردہ عورت جس نے ہار سنگار کیا ہو۔ اس کو دیکھ کر ہی طبیعت میں تغیر آجائے گا

غض بصر کا حکم قرآن میں

مومن مردوں سے کہا گیا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ الآیہ (سورہ نور پارہ ۱۸۔ آیت ۳۰)

ترجمہ۔ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ ان کیلئے یہ بات نہایت پاکیزہ ہے اور بیشک وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے اور مسلمان عورتوں سے بھی کہدیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔

غرضیکہ نگاہ ڈالنے سے ہی بات آگے بڑھتی ہے۔ اور طبیعت کشش بھی کرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ خدا کے خوف نے روکا۔ آج کل اس قسم کی بے پردہ عورتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ انارکلی لارنس گارڈن اور شہر کے ہر حصہ میں یہ موجود ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ فقط مشتبہ مال کے کھانے پر ہی قبض پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض انسانوں کو دیکھ کر بھی خدا بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دونوں قسم کے اسباب قبض سے بچائے۔ علاوہ اس کے بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ جن کی نحوست کا اثر پڑتا ہے۔ بعض ڈاکٹر یا اطباء مریض کی شکل دیکھتے ہی مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ میرے بچپن کا ایک واقعہ ہے۔ کہ میں مولانا عبیداللہؒ کے ساتھ گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ حضرت مولانا نے وقت دیکھنے کے لئے گھڑی جیب سے نکالی میں نے ان کی گھڑی پر مقناطیس رکھ دیا۔ گھڑی خراب ہوگئی۔ اور پھر کبھی صحیح نہ ہوئی۔

آج کا اصل موضوع قرآن پاک کی اس آیت کے ماتحت ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔	ترجمہ۔ خبردار اللہ کے ذکر سے دل کا اطمینان پیدا ہوتا ہے

اور ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (سورۃ الانعام۔ پارہ ۸ آیت ۱۱۵)	ترجمہ۔ تیرے رب کے کام انتہائی سچائی اور انصاف سے پورے ہوئے اور اس کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

قیامت کے دن دوزخ میں اللہ تبارک و تعالےٰ اپنا قدم مبارک رکھ دیں گے۔ تو وہ پکار اُٹھے گی۔ قَطْ قَطْ یعنی بس بس! اسی طرح انسان کا پیٹ بھی ایک چھوٹا سا دوزخ ہے۔ جو اور لاؤ اور لاؤ (ھَلْ مِنْ مَّزِيْد) کرتا رہتا ہے اس میں بھی اللہ تعالےٰ کا نام ہی اطمینان پیدا کرتا ہے اس کے سوا اور کوئی بھی اس کو نہیں بھر سکتا۔ جس عقل سے ہم دنیا میں کام لیتے ہیں اُسی سے دین کے معاملات طے کریں۔ تو طبیعت کا رُخ بدل سکتا ہے۔

حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانیؒ کا واقعہ ہے۔ ایک خادم نے آکر اطلاع دی۔ کہ حضرت جس کشتی میں لنگر کا مال تھا وہ

بھنور میں آگئی ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ کچھ دیر کے بعد دوسرے خادم نے آکر اطلاع دے دی کہ حضرت کشتی بھنور سے صحیح سلامت نکل آئی ہے۔ تو اس پر بھی حضرتؒ نے الحمد للہ فرمایا۔ ایک بے تکلف خادم نے ہر دو مواقع پر الحمد للہ کہنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا جب نقصان کی اطلاع ملی۔ تو میں نے دل کو دیکھا اس میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس لئے اس پہ اللہ کا شکر ادا کیا اور اسی طرح کشتی کے بچ نکلنے پر بھی طبیعت پر کوئی اثر نہ تھا۔ اس لئے میں نے شکر کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اپنے نام کے ساتھ مطمئن فرمایا ہوا ہے۔ انہی کے صاحبزادہ صاحبؒ کا واقعہ ہے۔ کہ جب حضرتؒ انتقال فرما گئے۔ تو انہوں نے دفن کرنے سے پیشتر ہی جو کچھ لنگر خانے میں تھا۔ سب لٹا دیا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ ابھی حضرت صاحب کا جنازہ موجود ہے۔ اور ان کا اثر مجھ پر ہے۔ بعد میں خدا جانے کہ یہ کیفیت رہے یا نہ رہے ادھر دنیا داروں کا یہ حال ہوتا ہے۔ کہ ذرا کپڑے کا بھاؤ گر گیا تو خودکشی کر لی دولت گئی تو ہارٹ فیل ہو گیا۔ یہ دنیا کی محبت تھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اگر اللہ سے دل لگ جائے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے اللھم اعطنا بفضلک و منک

۱۷ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۲ جون ۱۹۶۱ء

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں۔ کہ یہ اجتماع اصل میں اُن اللہ کے بندوں کا ہے جو خدا یاد کرنا چاہتے ہیں۔ اور امراض روحانی سے شفایاب ہو کر اور تعلق باللہ درست کر کے اس دنیا سے جانا چاہتے ہیں جمعرات مبارک رات ہے۔ اور اس رات میں احباب کو اکٹھا کرنے کا صرف یہی ایک مقصد ہے کہ ہم میں روحانی بیماریاں موجود ہیں۔ اور ان کا احساس ہمیں بہت کم ہوتا ہے۔ کوئی روحانی طبیب ہی اس کا احساس دلائے تو دلائے خود احساس تک نہیں ہوتا۔ اگر یہاں ان سے نجات حاصل نہ کی گئی۔ تو یاد رکھئے۔ وہ بیماریاں قبر میں تڑپائیں گی۔ چاہے کوئی روزے رکھے نمازیں پڑھے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک سل یا دق کی مریض لڑکی بڑی نیک نمازی اور روزہ دار۔ اگر اُس کی شادی ہو جائے۔ تو کیا محض میکے سے سسرال چلی جانے سے وہ شفایاب ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ اگر یہاں دق کا علاج نہیں ہو سکا۔ تو وہاں کرنا پڑے گا۔ تو یہ مجلس در حقیقت امراض روحانی سے نجات حاصل کرنے والوں اور اللہ اللہ کرنے والوں کے لئے خاص ہے۔ دوسرے مسلمان جو آجاتے

ہیں - میں انہیں منع نہیں کرتا چشم ما روشن دل ما شاد ہم بھی خدا یاد کرتے ہیں - اور وہ بھی - لیکن یاد رکھئے - اس جہان سے بس اُس جہان میں چلے جانے سے امراض ختم نہیں ہو جائیں گے - جب تک ان کا باقاعدہ علاج نہیں کیا جائے گا میں ان مہلک روحانی بیماریوں مثلاً حسد، کبر، عُجب وغیرہ اکثر پر تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں - آج کا سبق یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ لذیذ نام "اللہ" ہے - یہ محض عقیدت کی وجہ سے نہیں کہہ رہا - اس لحاظ سے تو ہے ہی - بلکہ تجربہ کے لحاظ سے کہہ رہا ہوں - کہ اصلی اور حقیقی لذت فقط اس پاک نام میں ہے - جس دل میں "اللہ" کی حقیقی لذت سما جائے اور اس پاک اور مبارک نام سے فرحت و سرور حاصل ہونے لگے - تو پھر اس لذت کے آگے دنیا کی ساری لذتیں اور نعمتیں ہیچ ہیں - یہ لذت اور کہیں نہیں دنیا کی کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی - دیکھئے ہر ملک کے اپنے الگ الگ پھل اور میوے ہیں - آم ہمارے ہاں ہے - کابل میں نہیں ہوتا - بمبئی میں جو کیلا ہوتا ہے - وہ پنجاب میں نہیں ہوتا - پھر جس طرح

ہر پھل کی لذت اور تاثیر جدا ہے ایسے ہی اَللّٰہُ کی لذت و تاثیر سب سے الگ اور سب سے ممتاز ہے مثلاً اس پاک نام کی ایک تاثیر اطمینان قلب ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے دنیا کی کسی چیز کی یہ قطعی تاثیر نہیں اطمینان قلب فقط ذکر الٰہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور بس۔ میں نے سنا ہے لندن کے کئی کروڑپتی محض اطمینان قلب حاصل نہ ہونے کے باعث خودکشی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ دل کو بے چینی ہی بے چینی ہے کسی طرح سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا مثلاً ایک بڑے سیٹھ کی مختلف بڑے شہروں کلکتہ، بمبئی، دہلی، کراچی میں دکانیں ہیں اتنے ہی اس کے دل کے ٹکڑے ہوں گے اس کو ہر وقت یہی ڈر رہے گا۔ کہ کہیں کسی دکان کو آگ نہ لگ جائے۔ کسی دکان میں گھاٹا نہ پڑ جائے کہیں ملازم خرد برد نہ کرلیں اور ایک بڑے زمیندار کو ہر وقت خطرہ ہے۔ کہ زیر کاشت فصل پروان چڑھتی ہے کہ برباد ہوتی ہے۔ کبھی بارش کی کمی کا رونا ہے۔ کبھی زیادتی کا ڈر۔ اس کے مقابلہ میں ایک

پنواڑی ہے جو صبح کو ایک روپیہ کے پان لگاتا ہے۔ شام کو ایک روپیہ نفع کما لیتا ہے روٹی بھی مل گئی پونجی بھی بچ گئی نہ بارش کا خوف ہے نہ آگ کا ڈر اور اس تاجر و زمیندار سے کہیں زیادہ چین کی نیند سوتا ہے غرض کہاں تک مثالیں بیان کروں۔ ہمارا ایمان ہے اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ٹھیک ہے دل کا اطمینان اور چین فقط اللہ کے ذکر سے ہے جس نے اللہ کی یاد سے اپنے دل کو غافل رکھا پھر چین سے وہ بھی نہیں بیٹھ سکتا غافلوں کی صحبت سے بچو ورنہ جہاں وہ ڈوبیں گے تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

اِذَا کَانَ الْغُرَابُ دَلِیْلَ قَوْمٍ
سَیَہْدِیْھِمْ اِلٰی دَارِ الْکِلَابِ

جب کوے کو راہنما بناؤ گے تو وہ خود بھی مردار خوار ہے تمہیں بھی مردار پر لے جائے گا جہاں کتے مردار کھا رہے ہوں گے جس کا دل "اللہ" کے پاک نام کی لذت سے نا آشنا ہے۔ اس کو اپنا راہنما اور لیڈر نہ بناؤ۔ اطمینان قلب کون نہیں چاہتا۔ مگر صحیح اطمینان فقط یاد خدا سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر یہ چیز اللہ کے فضل سے حاصل ہو جائے تو وہ شخص بامراد اور کامیاب ہے۔ اگر آدمی خود اندھا ہے۔ تو اپنی لاٹھی

کسی بینا کے ہاتھ میں دے دے وہ منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ ورنہ اندھا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہیگا اور منزل مقصود تک کبھی نہیں پہنچے گا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے پاک نام کی لذت اور اپنا شوق نصیب فرمائے۔ اگر اَللّٰہُ کے پاک نام کی لذت و حلاوت نصیب ہوگئی تو پھر سکون وطمانیت اور استغنا وغیرہ سب کچھ حاصل ہوجائیگا

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد

در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم

زانکہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب

من ملک نیم روز بیک جو نمے خرم

یعنی سنجر قوم کے جھنڈے کی مانند میرا بخت سیاہ ہوجائے اگر میرے دل میں سنجر کی بادشاہی لینے کی خواہش پیدا ہو جب کہ مجھے آدھی رات کی بادشاہی کا لطف حاصل ہے میں ایک جو دے کر بھی "نیم روز" کی بادشاہی نہیں لینا چاہتا یہ ہے "اَللّٰہُ" کے پاک نام کی لذت جسے وہ حاصل ہوجائے پھر وہ اس لذت پر سب کچھ قربان کردیتا ہے۔ اَھْلُ اللَّیْلِ فِیْ لَیْلِھِمْ اَلَذُّ عَنْ اَھْلِ اللَّھْوِ فِیْ لَھْوِھِمْ راتوں والے اپنی راتوں میں

جو لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہ کھیل والے اپنے کھیل ہیں وہ لذت حاصل نہیں کرسکتے یہ ہیں اللہ کے پاک نام کی برکتیں۔ اور وہ تاثیریں جو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں۔ اولیاء کرام کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو دنیا کے بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر پتہ چل جائے کہ اس کھانے میں حرام کی ملاوٹ ہے۔ یا مال مشتبہہ سے تیار کیا گیا ہے تو پھر خواہ وہ زردہ ہو پلاؤ ہو بریانی ہو قورمہ ہو۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو کامل اسے ہاتھ نہیں لگائے گا وہ جانتا ہے حرام کا لقمہ اندر گیا نہیں اور اللہ کی لذت کا نور بجھا نہیں۔ جیسے جالگوٹہ اگر کسی چیز میں پڑ جائے اور کھانے والے کو اس کا پتہ چل جائے تو کیسے کھائے گا۔ وہ جانتا ہے کہ ایک لقمہ ہی کھانے سے ایسے دست شروع ہو جائیں گے کہ خدا کی پناہ جس طرح زہر اپنی تاثیر رکھتا ہے۔ اسی طرح حرام و مشتبہہ مال بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔ لیکن حرام و مشتبہ مال کی پہچان کیسی ہو۔ یہ موتی بھی اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے ملتے ہیں۔ اور حرام و

مشتبہ مال سے بچنے کا جذبہ بھی۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حرام و مشتبہ چیز سے اللہ کی لذتیں اور برکتیں سب غائب ہو جائیں گی۔ ع

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں

ایں خیال است و محال است و جنوں

دین و دنیا دونو سکیاں بہناں اکس نال نکاح نہ جائز — حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ بہت بڑے کاملین میں سے تھے خدا یاد بہت کرتے تھے۔ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔ دنیا سے ایک طرح کا قطع تعلق کر لیا۔ خدا کے نام کے نور سے پیٹ بھرا رہتا ہے تو آپ کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جبراً کھانا کھلایا۔ کیونکہ یہ حالت فرشتوں کی ہے۔ بانیؒ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ بھی حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے میں کہا کرتا ہوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیشمار نعمتیں عطا فرمائی تھیں سوائے نبوت کے باقی سب محاسن اُمت میں منتقل ہوتے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھتے تھے۔ یعنی بغیر کھائے پئے مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام ہر بات میں حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے انہوں نے بھی صوم وصال کی اجازت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ پر روزہ رکھنے سے یعنی اس طرح کہ درمیان میں افطار نہ کرے ایک شخص نے ممانعت کے حکم کو سُن کر کہا یا رسول اللہ آپ تو روزہ پر روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے۔ میں رات کو گزارتا ہوں اسی طرح کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے۔ اور پلاتا ہے (مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم)

یہ لطائف بڑی عجیب چیز ہے اس سے "طے الارض" زمین لپیٹنا جیسی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا کچھ مشکل نہیں ہوتا "اللہ" کے پاک نام کی سٹیم سے آدمی کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ جیسے ہوائی جہاز لطافت کی وجہ سے اتنا تیز اڑتا ہے کہ چند گھنٹوں میں کراچی سے جدّہ اور جدّہ سے کراچی پہنچ جاتا

ہے پہلے بحری جہاز دس بارہ دنوں میں کراچی سے جدہ جاتا تھا تو بڑی بات سمجھا جاتا تھا۔ اب وہ سفر ہوائی جہاز چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے آگے دیکھئے قدرت کیا دکھاتی ہے تو میں اللہ کے پاک نام کی برکتیں ذکر کر رہا تھا۔ ان میں سے ایک برکت حلال و حرام کی تمیز ہوتی ہے۔ جسے یہ حاصل ہو جائے اس کے سامنے دس کھانے لا کر رکھ دیجئے وہ بتلا دے گا۔ ہٰذا حلالٌ وہٰذا حرامٌ یہ حلت و حرمت کی تمیز فقط اللہ کے پاک نام کی تاثیر ہے مثلاً بادامی باغ ریلوے سٹیشن سے نمک بیل گاڑیوں میں لاد کر دکانوں گوداموں میں جاتا ہے راستے میں شریر بچے ایک دو ڈھیلے نمک کے اٹھا لیتے ہیں۔ اور اسے بازار میں سستے داموں بیچ دیتے ہیں۔ اب جس کھانے میں وہ نمک پڑے گا اور جس کو اللہ کے پاک نام کی یہ تاثیر حلال و حرام کی تمیز حاصل ہوگی۔ وہ فوراً تشخیص کر دے گا۔ کہ فلاں مشتبہ چیز کی ملاوٹ ہے اسے اصطلاح فقہ میں حرمت لغیرہٖ کہتے ہیں۔ طبیعت میں یہ رکاوٹ اور روحانیت میں اس قدر جلا صرف اللہ کے پاک نام کی برکت سے پیدا ہوتی ہے اس کے برعکس جسے یہ نعمت حاصل نہیں وہ حلال و حرام سب کچھ کھائیگا تو اللہ کے پاک نام کی لذت اور اس کی توفیق سلب

نہیں ہو جائے گی؟ پھر عبادت کو جی نہیں چاہے گا۔ اور نہ اس
میں لذت آئے گی۔ اور بجائے نیک خیالات کے دل میں برے
خیالات پیدا ہوں گے پھر اس حرام و مشتبہ مال سے جو
گوشت پوست اور ہڈیاں تیار ہوں گی وہ جنت کے زیادہ مستحق
ہیں یا جہنم کے ماس میں معلوم اور غیر معلوم کی بحث نہیں زہر ہر
صورت میں اپنی تاثیر دکھلائے گا۔ جس طرح میں نے ذکر کیا کہ ایک
مریضہ کی سِل دق سسرال جانے سے چلی نہیں جائے گی۔ ایسے ہی
امراض روحانی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے۔ اور وہاں بھی تڑپائیں گے
اور جہنم تک پہنچائیں گے۔ چاہے کوئی نمازی ہو، حاجی ہو روزہ دار
ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض نمازی اپنے ساتھ
نماز پڑھنے والے کو، بعض روزہ دار اپنے ساتھی کو اور بعض
حاجی اپنے ساتھ حج کرنے والے کی سفارش کرکے انہیں جہنم سے
نکلوائیں گے۔ آج کی معروضات کا عنوان تھا "اللہ" کے پاک نام کی
لذت۔ چنانچہ جسے یہ چیز حاصل ہو جائے گی۔ پھر وہ حرام
کا لقمہ نہیں کھائے گا۔ کہ جس سے یہ لذت سلب ہو جائے بلکہ
اس لذت کو سلب کرنے والی اشیاء اور ان کی فانی
لذتوں کو اس لذت پر قربان کر دے گا۔ جیسے ایک ڈاکٹر کو

پتہ ہے۔ کہ فلاں چیز کے بعد فلاں چیز کھانا مضر صحت ہے۔ تو پھر وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔ مثلاً خراب موسم میں خربوزہ کے بعد شربت پینے سے ہیضہ کا خطرہ ہے۔ تو پھر کون پیئے گا۔ اس دنیا میں ڈاکٹر کم ہیں۔ بیمار زیادہ، بینا کم ہیں اندھے زیادہ اسی طرح انسان بڑا نفاست پسند اور بڑا نازک مزاج ہے۔ اگر پاک چیز کے ساتھ پلید مل جائے تو اسے استعمال نہیں کرتا۔ مثلاً دودھ میں گندگی مل جائے یا کھانے میں کُتا منہ ڈال دے۔ تو ایک شریف آدمی اسے کھانا پسند نہیں کرے گا۔ جب انسان اتنا نازک مزاج ہے۔ تو پھر اس کا بنانے والا رب کتنا نازک مزاج ہو گا۔ انسان غیر اللہ کو پکارے تو اس کی نازک طبیعت برداشت کریگی۔ یہ پاک و ناپاک کی تمیز اٹھا دے۔ حرام و حلال سب کھائے تو وہ برداشت کرے گا۔ جب ناپاک اور حرام کھانا کھا کر انسان اپنے آپ کو اپنی زبان کو ناپاک کرے گا۔ تو وہ اس کو سنے گا اور قبول کرے گا؟ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اور پاک چیز کو قبول کرتا ہے۔

تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا باطن امراض روحانی سے

پاک ہو جائے - اس کی روحانی صحت ٹھیک ہو جائے اس کو "اَللّٰہُ" کے پاک نام کی لذت و فرحت نصیب ہو - میرے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیقؒ صاحب کے ہاں لنگر میں فقط پتلا بھات دیا جاتا تھا - جس کے کھانے سے دو گھنٹہ بعد پیشاب آجاتا تھا - معدہ کی گرانی ختم ہو جاتی - ہر شخص تہجد کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا - اور ذکر شغل میں مصروف ہو جاتا تو جس طرح نمازی - روزہ دار اور حاجی اپنے اپنے ساتھیوں کی سفارشیں کر کے جہنم سے نکلوائیں گے - ایسے ہی ہر دور کے نیک لوگ اور ذاکر اپنے ساتھیوں کی سفارش کریں گے - انشاءاللہ تعالےٰ - وآخر دعوٰنا عن الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ وسلم

منشی عبدالحکیم خوش نویس (علی پوری) دروازہ شیرانوالہ لاہور